محمد حمزہ فاروقی

مشاہیر کے غیر مطبوعہ خطوط امین زبیری کے نام

تعارف

زیرِ نظر مجموعۂ مکاتیب ان مشاہیر کا ہے جن کا تعلق ندوۃ العلما اور علی گڑھ تحریک سے تھا۔ ان مشاہیر کا مرجع منشی محمد امین زبیری (۱۹۵۸ء– ۱۸۷۲ء) تھے۔ منشی صاحب ریاستِ بھوپال کے شعبۂ تاریخ کے مہتمم اور والیۂ بھوپال کے لٹریری اسسٹنٹ تھے۔ منشی صاحب اس عہدے پر ۱۹۳۱ء تک رہے، پھر ریاستِ بھوپال سے دوسو روپے ماہوار پنشن پا کر ریٹائر ہوگئے اور علی گڑھ میں قیام کیا۔ یہاں بھی وہ حسبِ سابق سازشوں میں مصروف رہے۔ ان کے کشتۂ ستم صاحب زادہ آفتاب احمد خاں اور شیخ محمد عبداللہ تھے۔ وہ ڈاکٹر ضیاءالدین کا ساتھ دے رہے تھے۔ آپ جب تک ریاستِ بھوپال میں رہے، محلاتی سازشوں میں شریک رہے۔ شیخ محمد عبداللہ کے ۱۴ر دسمبر ۱۹۱۶ء اور ۱۴ر مارچ ۱۹۲۶ء کے خطوط سے منشی صاحب کی ریشہ دوانیاں آشکارا ہوتی ہیں۔ انھوں نے ذاتی تعصّبات پر مبنی مضامین نواب سیّد علی حسن خاں اور سجاد حسین کے پاس بھیجے تھے اور ان اکابر کو سیاست میں گھسیٹنے کی کوشش کی تھی۔

منشی محمد امین زبیری دربارِ بھوپال سے مولانا شبلی نعمانی اور دارالمصنّفین، اعظم گڑھ کی امداد کا ذریعہ بنے تھے۔ ندوۃ العلما اور دارالمصنّفین کے منتظمین امداد کے حصول کے لیے منشی صاحب کو خط لکھا کرتے تھے۔

منشی محمد امین زبیری ۱۸۷۲ء میں مارہرہ میں پیدا ہوئے۔ یہ کم سن تھے جب ان کے والد فوت ہوگئے۔ ان کی رسمی تعلیم پرائمری تک محدود تھی۔ آدمی حوصلہ مند تھے، اس لیے صغرسنی، یتیمی اور علم کی کمی کو کبھی خاطر میں نہ لائے۔ تلاشِ روزگار شروع کردی۔ مختلف اخبارات میں لکھنے کا مشغلہ اپنایا۔ اختلافی موضوعات پر لکھنے سے شہرت میں اضافہ ہوتا تھا اور اس کے لیے رسمی تعلیم کی بھی ضرورت نہ

تھی۔ اللہ نے ذہنِ رسا دیا تھا اور اہم شخصیات تک رسائی کے مواقع دیے۔ آپ نواب محسن الملک کے ذاتی معاون بن گئے اور ۲۳ روپے ماہوار پانے لگے۔

۱۹۰۷ء میں قسمت نے یاوری کی اور آپ ۴۰ روپے ماہوار تنخواہ پر والیۂ بھوپال سلطان جہاں بیگم کے لٹریری اسسٹنٹ منتخب ہوئے۔ محسن الملک اور وقار الملک کی سوانح لکھی تو شہرت اور انعامات سے نوازے گئے تھے۔ بھوپال میں انھیں والیۂ بھوپال کے مزاج میں دخیل ہو کر مزید کُھل کھیلنے کا موقع ملا۔ والیۂ بھوپال نے تعلیمِ نسواں کے فروغ کے لیے رسالہ ''ظلِ سلطان'' جاری کیا تو ادارت کے لیے نظرِ انتخاب منشی صاحب پر پڑی۔

بھوپال میں قیام کے دوران آپ نے ۱۹۲۳ء میں عطیہ فیضی سے رابطہ کیا اور شبلی کے خطوط بنام عطیہ فیضی حاصل کیے۔ پھر ان کی اشاعت کی (بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مولوی عبدالحق نے انھیں شہ دی تھی)، پھر اسی پر اکتفا نہ کیا۔ مولانا شبلی کے خلاف معاندانہ مواد اپنے ساتھی محمد مہدی کو فراہم کیا اور انھوں نے ۱۹۲۵ء میں ایک کتابچہ تیار کیا۔

مئی ۱۹۳۰ء میں والیۂ بھوپال سلطان جہاں بیگم نے انتقال فرمایا۔ نئے فرماں روا نواب حمیداللہ خاں مختلف ڈھب کے آدمی تھے۔ انھوں نے منشی محمد امین کو ۱۹۳۱ء میں ریٹائر کر دیا۔ اس کے بعد آپ علی گڑھ آ گئے اور حسبِ سابق یونی ورسٹی کی سیاست میں دخل اندازی کی۔ آپ نے ڈاکٹر ضیاء الدین کا ساتھ دیا۔ آزادی کے بعد آپ کراچی منتقل ہو گئے اور تصنیف و تالیف کا شغلِ دیرینہ اپنایا۔ آپ کا ۵؍ستمبر ۱۹۵۸ء کو کراچی میں انتقال ہوا تھا۔

زیرِ نظر مجموعہ خطوط منشی امین زبیری کے انتقال کے بعد محمد یامین زبیری نے انڈیا آفس لائبریری (لندن) میں محفوظ کرائے تھے اور یہ ذخیرہ انڈیا آفس لائبریری کی مندرجہ ذیل فائلوں میں محفوظ تھا۔ راقم نے ان خطوط کو وہیں سے نقل کیا تھا۔ ان دستاویزات کا انڈیا آفس لائبریری کے ریکارڈ میں اندراج حسبِ ذیل صورت میں ہے:

1. Oriental MS. 13515, British Library
2. Oriental MS. 13514, British Library
3. Letters Urdu, Oriental MS. 13517, British Library
4. Letters to Muhammad Amin Zubairi, British Library, Oriental MS. 13516

—۱—

مجی

مسودہ بعد تصحیح، رجسٹرڈ بھیج چکا۔ کیا اب تک نہیں پہنچا؟

ندوہ[۱] کے متعلق ایک موٹی سی بات یہ ہے کہ اس قدر احتجاج اور قومی مطالبے کے بعد وہ لوگ کسی قومی ثالثی پر کیوں راضی نہیں ہوئے اور صرف لکھنؤ کے چند اشخاص اس جابرانہ قبضے کے بعد کس حق سے بھوپال اور رام پور سے اجرائے وظیفہ کے خواست گار ہیں؟

سیّد سلیمان[۲] کو تاکید کی ہے، وہ کسی قدر مجبوریوں ہیں کہ پونا میں کوئی کتب خانہ نہیں، البتہ ایک دو مہینے میں جب وہاں ۳ مہینے کی تعطیل ہوگی تو ان کو کافی موقع ملے گا۔ وہی اس کام کو پورا کریں گے۔ میں ہر طرح کی مدد کروں گا۔

مسودہ[۳] سیرت کی نسبت، دیوبند تو سرے سے دیکھنے سے انکار کرتا ہے۔ میں نے مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی کا نام بھی پیش کیا تھا۔ اگر ان کی نسبت رضامندی ہو تو وہاں بھیج دوں۔ گو بخدا مجھ کو یہ ذلت سخت گراں ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر مولوی محمود حسن صاحب باضابطہ انکار کریں تو سرکار کا فرض پورا ہو چکا۔ علما اگر کتمانِ شہادت کریں تو رؤسا کا کیا قصور۔

شبلی

۳۰؍جولائی

۱۹۱۴ء

بمبئی

—۲—

کرم آباد

۹؍جون ۱۹۱۰ء

مکرمی، تسلیم

پربھنی سے آپ نے جو خط بھیجا، وہ مجھے ملا۔ شکریہ قبول فرمائیے۔

آپ کی مالی اور جسمانی پریشانیوں کی خبر سن کر تشویش ہوئی۔ خدا ان مخمصوں سے آپ کو نکالے اور سرکارِ عالیہ کی تقریروں کا جو مجموعہ مع حالاتِ مختصر آپ شائع کرنے والے ہیں، ان سے آپ کے لیے فائدے کی کوئی سبیل نکالے۔(۴)

علی گڑھ میں میرا رہنا مشکل تھا۔ صد ہا طرح کی خاندانی ذمے داریاں مجھے وطن کی [رقات](۵) پر مجبور کرتی تھیں۔ اس لیے میں یہیں چلا آیا۔ اخبار نہ نکالتا تو اور کیا کرتا۔ اس میں شک نہیں کہ اخبار نویسی میں آج کل خاک فائدہ نہیں لیکن بے کار بھی تو نہیں بیٹھا جاتا۔ بیٹھے سے بیگار بھلی۔ ''زمیندار'' کی اشاعت میں مدد دینے کا آپ نے جو وعدہ فرمایا ہے، اس لحاظ سے میرا دلی شکریہ قبول فرمائیے۔ ''زمیندار'' آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرے گا۔(۶)

اپنے حالات سے مطلع فرماتے رہا کیجیے اور بھوپال کی ایک آدھ خبر، کوئی چٹ پٹا مضمون، کوئی مزے کا لطیفہ، ہر ہفتے بھیجتے رہا کیجیے۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

خاکسار

ظفر علی خان

—۳—

گولہ گنج، لکھنؤ

۳ر دسمبر ۱۶ء

مکرمی

کتابیں ایک ہفتہ ہوا بذریعہ ریلوے پارسل ارسال کر چکا ہوں۔ کل ڈاک سے آپ کا رسالہ متعلق بہ نقائصِ کانفرنس ملا۔ میرا قیام علی گڑھ میں صرف دو ماہ رہا، جولائی و اگست، نہ کہ تین ماہ جیسا کہ رسالے میں درج ہے۔ رقم بھی جو میرے اوپر صرف ہوئی، اس حساب سے ۳۵۰ ہوئی نہ ۵۲۵۔

حال میں راجا صاحب محمود آباد کی شاہانہ فیاضیوں نے اردو کے لیے ایک بہت بڑے کام کا بیڑا اٹھایا ہے جس کے مجموعی مصارف دو ڈھائی لاکھ ہوں گے۔ آج اس کا اعلان اخبارات میں شائع ہونے

کے لیے میری اور مولوی سلیمان کی طرف سے جا رہا ہے۔ ہفتہ کو آپ سے لکھنؤ میں ملاقات ہوگی، اس وقت یہ اسکیم تفصیل سے بیان کروں گا۔

ماجد

جناب محمد امین صاحب، مہتمم تاریخِ ریاستِ بھوپال، بھوپال

[مولانا عبدالماجد دریا آبادی کا خط بنام محمد امین زبیری]

—۴—

بسم اللہ

۲۳ر اگست ۳۱ء — دریاباد، بارہ بنکی

مکرم، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

۱۔ نیک نامی کے ساتھ پنشن پا کر وطن جانا مبارک ہو۔ یہ تو ایک نعمت ہے۔(۷)

۲۔ مضمون منسلکہ کا شکریہ۔ پورے مضمون کی گنجائش نکلنی ممکن نہ تھی، چند سطریں اپنے نوٹ میں لے لی ہیں۔ ترانہ واپس ہے۔

۳۔ اخبار ''خلافت'' کا حال کچھ نہ پوچھیے۔ بار بار خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہوں۔(۸)

۴۔ بیگم محمد علی صاحبہ سے، اگر ملنے کی نوبت آئی تو زبانی عرض معروض کر لیتا۔ ابھی تک اس کی نوبت نہیں آئی، اس قسم کے معاملات میں آزادی پہلے سے ہی بہت زائد نہیں۔

۵۔ ''سیرتِ محمد علیؒ'' کا مستقبل قریب میں کوئی امکان نہیں۔ نہ کوئی لکھنے کے لیے تیار ہے اور نہ کوئی میٹیریل ہے۔ مدد دینے پر خاص خاص اعزہ اور مخلص ترین احباب تک نے (ان میں دو صاحب آپ کے بھوپال کے ہیں) میری پیہم رجسٹریوں کے جواب میں سکوت ہی اختیار کر لیا یا محض ٹالنے والے وعدے۔ صرف تین چار صاحب مستثنیٰ نکلے۔(۹)

۶۔ بیگم صاحبہ مرحومہ و مغفورہ کے ساتھ کہنا چاہیے کہ مجھے عقیدت تھی۔ ان کی لائف کے مذہبی و اخلاقی

حصے سے متعلق آپ نے جو خدمت میرے لیے تحریر فرمائی ہے، اسے انجام دینا اپنے لیے باعثِ فخر و سعادت سمجھوں گا۔

والسلام

عبدالماجد(۱۰)

''نگار'' کا فتنۂ الحاد سخت خطرناک ہو گیا ہے۔(۱۱)

سارے مسلمانوں کو مقابلے کے لیے متحد ہونا چاہیے۔ اس کا بائیکاٹ تو یقیناً شروع کر دینا چاہیے۔ بھوپال میں معلوم نہیں اس کے خریدار کچھ زائد ہیں یا معدودے چند۔

—۵—

بسم اللہ

۱۶؍مئی ۳۵ء   دریاباد، ضلع بارہ بنکی

مکرم، وعلیکم السلام

کیا عرض کروں کہ فرصت سے کس درجہ محروم ہوں۔ آپ دو ہفتے اور انتظار فرمائیں۔ آخر مئی تک میرے بھتیجے کالج کی تعطیلات میں اِن شاء اللہ آ جائیں گے، ان سے اِن شاء اللہ ''سچ'' کے وہ پرچے تلاش کرالوں گا۔

دریاباد آنے کی خبر سن کر دل کھل گیا۔ اعظم گڑھ کا راستہ بھی یہی ہے۔

والسلام

عبدالماجد

بخدمت جناب محمد امین صاحب زبیری

فرید منزل، ڈگی، علی گڑھ

—۶—

...کانفرنس کے پہلے جلسے منعقدہ ۱۸۸۶ء، لکھنؤ سے شروع ہوئے۔(۱۲) میری اور مولانا شبلی کے تعلقات جن کی تکمیل ندوۃ العلما کے قیام پر ہوئی۔ مولانا محمد علی جو ناظمِ اوّل تھے، وہ میرے بھی استاد تھے اور اُنھیں کی وجہ سے مجھے ندوہ میں شرکتِ عمل کرنے کا موقع ملا۔ میں نے ''یادِ ایام'' میں اپنے ان تعلقات کو تفصیل سے لکھا ہے لیکن اس بیان میں زمانۂ شباب کی رنگین صحبتوں کو نظر انداز کر دیا ہے کیوں کہ مولوی سیّد سلیمان صاحب ندوی کا بے انتہا اصرار تھا کہ ان واقعات کو نہ لکھا جائے۔ وہ میرا مسودہ دیکھ چکے تھے اور چھاپنے کے لیے بھی لے گئے تھے لیکن نہیں معلوم کیا سبب ہوا کہ مسودہ واپس کر دیا اور اس حصے کو خارج کر دینے پر زور دیا۔ کوئی شک نہیں کہ مولانا شبلی رنگین مزاج اور رنگین صحبتوں کے شائق۔ ممکن ہے کہ یہ مذاق شاعرانہ طبیعت کا باعث ہوا ہو۔

وہ حادثۂ گزندِ پا کے بعد بھی لکھنؤ میں ایک عقد کرنا چاہتے تھے اور ایک مہذب اور شائستہ بیگم بھی انتخاب ہو چکی تھی۔ مجھ سے جب مشورہ ہوا تو میں نے کہا کہ تیمور کا اقبال گر چکا ہے۔ لکھنؤ کی بیگم سے نکاح کر کے آفت میں پڑ جاؤ گے۔(۱۳)

تجویزِ عقد سے پہلے بھی ایک شرط تھی کہ جس سے عقد ہو، وہ سخن سنج اور خوش مذاق اور شاعر بھی ہو اور حسنِ صورت اور حسنِ سیرت بھی ضروری ہے۔ میں نے یہ بھی [کہا] کہ ایسی عورت آپ کو پسند نہ کرے گی۔ چناں چہ دوسرے ہفتے میں جب ملاقات ہوئی تو مولانا نے کہا کہ میں نے غور کر کے تمھاری رائے سے اتفاق کر لیا ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال عرصے تک ان کے دل سے نہیں نکلا تھا۔

عبدالرزاق(۱۴)

۳۰؍جولائی

۱۹۴۵ء

[مولوی عبدالرزاق صاحب، مؤلف ''البرامکہ'' بنام مولوی محمد امین زبیری صاحب]

Oriental MS. 13515, British Library.

—۷—

۲۱/دسمبر ۱۹۱۶ء

مکرمی و معظمی

تسلیم۔ رسالہ ایک نظر میری نظر سے گزرا۔ بہت خوب لکھا ہے اور جو کچھ لکھا ہے، نہایت تنقید و تحقیق اور مخلصانہ طور پر لکھا ہے۔ صحیح طور پر یہ ہی طریقۂ عمل ہے جو قومی کام کرنے والوں اور قومی معاملات سے دل چسپی لینے اور نکتہ چینی کرنے والوں کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ جو لوگ ٹھنڈے دل سے معاملات پر غور وخوض کر کے اور اصلی واقعات اور قواعد وآئین سے نتائج اخذ کر کے کسی کے حسن وقبح کو نمایاں کرتے ہیں، درحقیقت وہ ہی لوگ قوم کی اصلی خدمت کرتے ہیں۔ میں ذاتیات اور تخیلات کو واقعات کے ساتھ گڈ مڈ کرنا نہایت ناپسند کرتا ہوں۔ آپ کی تحریر میں جو بات مجھ کو پسند آئی، وہ یہ ہی خوبی ہے اور یہ ہی مؤثر اور کارآمد طریقہ ہے۔ آپ سے میں اجازت چاہتا ہوں کہ مختصر طور پر اس معاملے میں اپنا ذاتی خیال بھی ظاہر کر دوں اور آپ سے تبادلۂ خیالات کی خواہش کروں۔

جس طرح میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ خواہ مخواہ بدگمانی کی جائے اور جو محترم لوگ اپنا عزیز وقت اور قوت صرف کر کے کسی قومی خدمت یا قومی انسٹی ٹیوشن کو چلا رہے ہیں، ان کی راہ میں روڑے اٹکائے جائیں اور قبل باہمی تبادلۂ خیالات وافہام وتفہیم کے زور وشور کے ساتھ نکتہ چینیوں سے پبلک میں ہلچل ڈال دی جائے اور خلافِ تہذیب روش اختیار کر کے اتحادِ اسلامی اور قوم کو بدنام کیا جائے۔ اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ دوستانہ اور مخلصانہ نکتہ چینیوں کے قبول کرنے سے خواہ مخواہ اعراض کیا جائے اور قواعد وضوابط کا احترام مدِ نظر نہ رکھا جائے اور قومی خدمات کے ساتھ بے پروائی برتی جائے۔ کاش اگر دو چار بزرگ بھی اپنی قومی انسٹی ٹیوشنوں اور درس گاہوں کے قوانین و قواعد اور ان کے طرزِ عمل پر گہری نظر ڈالتے رہیں اور غلطیوں اور فروگزاشتوں پر مؤثر طریقہ سے کارکنوں کو چونکاتے رہیں تو بہت بڑی تعداد میں پبلک شکایتیں بھی کم ہو جائیں اور وہ انسٹی ٹیوشنز اور درس گاہیں بھی بہت زیادہ قوم کے حق میں فائدہ رساں ہو جائیں۔

بلاشبہ میں شعبۂ تعلیم کو سیاسیات سے بالکل علاحدہ رکھنے کا طرف دار ہوں مگر اس کے یہ معنی نہ

ہونا چاہییں کہ جو اکابرِ قوم سیاسی معاملات سے دل چسپی رکھتے ہیں، ان کی آواز پر کان نہ دھرا جائے۔ میرے ناچیز خیال میں کوئی معاملہ کیسا ہی مختلف ہو مگر وہ باہمی تبادلۂ خیالات سے اور حکیمانہ طریقِ عمل سے بہت کچھ سلجھ سکتا ہے۔ خاموشی سے بدگمانی اور بدگمانی سے مخالفت کو ترقی ہوتی ہے اور جانبین میں غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

جہاں قوم کا یہ فرض ہے کہ وہ قومی معاملات کی اصلاح اور قومی تعلیم میں فیاضانہ طریقہ سے دینے پر ہمہ وقت تیار رہے، وہاں قوم کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ فرائضِ احتساب کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور اس سے غافل نہ ہو جائے۔ والسلام

امید ہے کہ آں جناب بخیریت ہوں گے۔

خاکسار

محمد علی حسن[15]

—۸—

باسمہٖ تعالیٰ

نمبر ۶۴۴ دفترِ ندوۃ العلما لکھنؤ مؤرّخہ ۲۰/فروری ۱۹۲۳ء

مکرمی جناب منشی محمد امین صاحب

مہتمم تاریخ دام لطفکم

السلام علیکم۔ مولانا غلام محمد صاحب[16] شملوی وکیل ندوۃ العلما گرامی نامہ اور خود ان کی زبانی سے معلوم کر کے بڑی مسرت ہوئی کہ جو درخواست من جانب ندوۃ العلما جناب جنرل صاحب[17] کی خدمت میں پیش ہوئی ہے، اس پر آپ نے بیش بہا امداد دی ہے اور اس بات کی کوشش فرما رہے ہیں کہ جس غرض سے یہ درخواست دی گئی اس میں پوری کامیابی حاصل ہو۔

آپ نے جس محبت اور جس خلوص سے حسبۃً للہ اتنی تکلیف گوارا فرمائی، ان کا میں کسی طرح شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہبی اور دینی کاموں کی امداد کے واسطے کوشش کرنا خود امداد دینے

کے مرادف ہے اور اس کا جوصلہ بارگاہِ ایزدی سے مل سکتا ہے، وہ ظاہر ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ آپ کے ارادوں میں ہمت اور ہمتوں میں قوت عنایت فرمائے۔

آپ کو علم ہے کہ مولانا عبدالحئی صاحب، ناظمِ ندوۃ العلما مرحوم بڑے عالی مرتبت شخص تھے۔[۱۸] وہ مجسم کوہِ وقار تھے، ان کے انتقال کی وجہ سے جو نقصان ندوۃ العلما کو پہنچ گیا ہے، اُس کی تلافی اجتماعی اور متفقہ قوت سے تو ممکن ہے ورنہ اس کا اندیشہ ہے کہ کہیں اور نقصان نہ پہنچ جائے۔ اس لیے جناب سے استدعا ہے کہ براہِ مہربانی ندوۃ العلما کی جانب اپنی توجہ مبذول رکھیں گے اور مجھ کو آئندہ بھی مزید شکر گزاری کا موقع عنایت فرمائیں گے۔

(۲) مولوی عبدالعلی صاحب[۱۹] بی ایس سی کی درخواست تیار ہورہی ہے، وہ بہت جلد پہنچ جائے گی۔ والسلام

خاکسار

محمد علی حسن

انچارج ناظم ندوۃ العلما

مولوی غلام محمد صاحب شملوی کو تار دے کر بہ ضرورت چندروز کے لیے میں نے یہاں بلالیا ہے اور وہ یہاں آگئے ہیں۔ عجلت میں وہ آپ کو اس کی اطلاع نہیں دے سکے۔ اب حیدرآباد، بھوپال ہوتے ہوئے جائیں گے۔ اطلاعاً تحریر ہے۔

—۹—

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۰ر جولائی ۱۹۲۳ء

A. N. S. Ali Hasan Khan

مکرمی جناب مولوی محمد امین صاحب زادکرمہم

بعد سلام مسنون آنکہ۔ آپ کے دونامہ ہائے کرم وصول ہوئے جو توجہ اور ہمدردی آپ کو ندوہ کے ساتھ ہے، مجھ پر اس کی شکرگزاری واجب ہے۔

درحقیقت جن اصولِ اساسی پر ندوہ کی بنیاد رکھی گئی اور جو بلند مقاصد واغراض ندوہ کے ساتھ

وابستہ ہیں، وہ تو اس قابل ہیں کہ ان پر سب کچھ نثار کیا جاسکتا ہے اور ہر قسم کی قربانی اس کے مقاصد و اغراض کی تکمیل کے لیے کی جاسکتی ہے۔[۲۰] اِن شاء اللہ تعالیٰ روانگی وفد کی ضرور کوشش کی جائے گی۔ میں اس اثنا میں سفرِ بمبئی سے واپس آکر متواتر علیل رہا اور جو وقت علالت سے خالی رہا، وہ ندوہ کے ضروری مشاغل اور کشاکشِ زندگی کے افکار اور مصروفیتوں میں گزرا۔ یہی وجہ تاخیرِ جواب کی ہوئی۔ جو مراسلہ جناب نے فہرستِ تالیفات وتصنیفات کے متعلق ارسال کیا ہے، اِن شاء اللہ تعالیٰ جلد اس کی تعمیل وترتیب کر کے ارسال ہوگی۔ دقت یہ ہے کہ جو کتاب زیرِ طبع ہے، اس کے ساتھ فہرستِ تالیفات و تصنیفات بھی شامل ہے اور وہ مطبع میں ہے۔ میں نے ایک کاتب مقرر کیا ہے کہ وہ مطبع جا کر اس فہرست کی نقل کر لائے۔ نمونۂ منسلکہ میں جو خانہ جناب نے رکھے ہیں، شاید ان کی پورے طور پر خانہ پُری نہ ہوسکے۔ اس لیے کہ بہت سی باتوں کا مجھ کو خود علم نہیں ہے۔

محبی وعزیزی مولوی سیّد عبدالعلی صاحب کی درخواست میں اپنے عریضے کے ساتھ عالی جناب عزیز القدر گرامی شان جنرل صاحب بہادر بالقابہ دام حشمتہم کی خدمت میں روانہ کر چکا ہوں۔[۲۱] اس میں شرائطِ وظیفہ سے مستثنیٰ ہونے کی استدعا کی گئی ہے۔ مگر مجھ کو یہاں تک معلوم ہے کہ ہنوز وظیفے کا اجرا عمل میں نہیں آیا۔ اس کا انتظار ہے۔ امید ہے کہ جناب اس کے اجرا میں پوری کوشش فرمائیں گے۔

خاکسار

محمد علی حسن

انچارج ناظم ندوۃ العلما

—۱۰—

دفتر ندوۃ العلما لکھنؤ　　　بسم اللہ　　　نمبر ۴۴۸

۱۵ر اگست ۲۶ء

بخدمت جناب مولوی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ ریاست بھوپال دام لطفہ

بعد سلامِ مسنون کے گزارش ہے، آپ کا عنایت نامہ ایک آج ملا اور ایک اس سے پہلے آیا تھا۔

ارکانِ ندوۃ العلما آپ کی اس توجہ اور ہم دردی کے دل سے شکرگزار ہیں جس وقت آپ کا پہلا عنایت نامہ ملا تھا، اس وقت میں نے اس کی کارروائی کردی تھی اور مولوی غلام محمد صاحب شملوی کوتہنیت نامہ (دے) کر چند مقتدر ارکانِ انتظامیہ کی خدمت میں بھیجا ہے، وہ دستخط کرا لائیں۔ چنانچہ وہ ایک دو مقامات سے دستخط کرا چکے ہیں اور اب دہلی حکیم اجمل خاں صاحب کے پاس جائیں گے اور پھر سر رحیم بخش صاحب کی خدمت میں، اس کے بعد وہ مکمل ہوجائے گی۔

میں نے ۵؍اگست کو تار...صاحب کے نام دیا تھا جس میں اجازت چاہی گئی تھی کہ وفد حاضر ہوکر تہنیت نامہ پیش کرے۔ اب تک اس کے جواب کا انتظار رہا۔

آپ کے مشورے کے مطابق ملٹری سیکریٹری کے نام درخواست بھیجی جا رہی ہے۔ اب آپ کارروائی کرکے مجھے اطلاع دیجیے گا۔ وقت اور تاریخ میں اتنی گنجائش ہو کہ دوسرے ارکان کو وفد میں شریک ہونے کے کم از کم پانچ چھ روز قبل اطلاع پہنچ سکے۔

خدا کرے کہ آپ کی یہ کوشش کامیاب ہو۔

[صفی الدولہ حسام الملک شمس العلما]

خاکسار

ناظم ندوۃ العلما

محمد علی حسن

—۱۱—

دارالمصنّفین، اعظم گڑھ

نمبر۱۲۳۹ مؤرّخہ۱۲؍فروری ۱۹۲۵ء

جنابِ مکرم زاد مجدکم۔ سلامِ مسنون

عنایت نامہ ملا۔ آپ جو کریں، سب آپ کے لیے جائز ہے۔ اعتراض کی مجال کس کو ہے، البتہ ہم نیازمندوں سے کوئی قصور ہو تو البتہ قابلِ سرزنش ہوسکتا ہے۔

لکھنؤ اگر جناب تشریف لائے تو دور سے زیارت میں ہی کرلوں گا ورنہ میدانِ حشر میں اِن شاء

اللہ ملاقات ہوگی بشرطے کہ ہم دونوں ایک جگہ ہوئے اور دونوں نے کوشش کی۔ مجمع زائد ہوگا، اس لیے تلاش کے بعد ملاقات ہوسکے گی۔

جس قدر جلد ممکن ہو، سیرۃِ نبویؐ پیش کردیجیے۔ والسلام

خاکسار

مسعود علی ندوی(۲۲)

بخدمت شریف مکرمی جناب منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ

شاہ جہاں آباد، بھوپال

—۱۲—

Shibli Academy

دارالمصنّفین، اعظم گڑھ (یوپی)

Azamgarh (UP)

جنابِ مکرم، سلامِ مسنون

''گلِ رعنا''، ''سیر الانصار'' اس سال کی دو جدید ترین تصنیفات روانۂ خدمت ہیں۔ عرصے کے بعد ایک اُمید ہوئی تھی کہ جلسۂ ندوہ کے سلسلے میں آپ کی زیارت ہوجائے گی لیکن بھلا آپ اس کو کب گوارا کرسکتے تھے۔ آخر کار اب یہی فیصلہ کرنا پڑا کہ اِن شاءاللہ میدانِ حشر میں ہمارا اور آپ کا سامنا ہوگا۔

آپ خود غور فرمائیں کہ آپ کا یہ طرزِ عمل کہاں تک جائز ہے۔ اب اگر آپ سے یہ کہا جائے کہ آپ اس کے کفارے میں اعظم گڑھ تشریف لائیں تو آپ ناراض ہوں گے لیکن مجھ کو آپ کی اس قسم کی ناراضی کی مطلق پروا نہیں ہے جب کہ آپ خود اس پر مجبور کرتے ہیں۔ اس مرتبہ ندوہ کے جلسے میں بھوپال سے کسی کا شریک نہ ہونا سخت تکلیف دہ تھا۔ یہ جلسہ خدا کے فضل سے ہر حیثیت سے بہت کامیاب رہا۔ اِن شاءاللہ اس جلسے سے ندوہ کے ایک نئے دور کی ابتدا ہوگی۔(۲۳) رمضان شریف کے بعد اِن شاءاللہ میں دورے پر نکلوں گا۔ خدا مدد کرے۔ جناب سیّد صاحب مکان تشریف لے گئے ہیں۔

ہفتے عشرے میں واپسی کی اُمید ہے۔[۲۴]

والسلام

مسعود علی ندوی

—۱۳—

Shibli Academy

دارالمصنّفین، اعظم گڑھ (یوپی)

Azamgarh (UP)

۹ر رمضان المبارک[۲۵]

مکرمی سلامِ مسنون

امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے اور نہایت ٹھنڈے روزے رکھ رہے ہوں گے۔ ندوہ سے جس قدر دل چسپی آپ کو ہے، اُس سے اس کا یقین تو قطعی ہے کہ آپ جدید مصائب و حالات سے نہ صرف واقف ہی ہوں گے بلکہ نہایت گہری ہم دردی رکھتے ہوں گے۔ ندوہ کی اس مصیبت کا حل بالآخر یہی طے پایا کہ اب اس مصیبت کے زمانے میں پس ماندگانِ شبلی مرحوم کو ندوہ سپرد کیا جائے۔ چنانچہ جناب سیّد صاحب معتمدِ دارالعلوم باختیارِ مخصوص جناب نواب علی حسن خاں صاحب ناظم اور خاکسار کے ذمے دارالاقامہ و تکمیلِ عمارت وغیرہ کا کام سپرد ہوا۔

گو سب سے معمولی اور آسان کام میری بضاعت کو دیکھ کر میرے سپرد کیا گیا لیکن اس کی ابتدا بغیر روپیہ کے نہیں ہو سکتی۔ خیال ہے کہ بعد رمضان اِن شاء اللہ سب لوگ اپنا اپنا کام شروع کریں گے تو کیا آپ اس کو پسند کریں گے کہ تمام حضرات تو نہایت شان و شوکت سے اپنا کام شروع کر دیں اور میں نہایت مفلسی کی حالت میں خاموش بیٹھا رہوں۔ اس کی اُمید آپ سے مجھ کو کیوں کر ہو سکتی ہے۔ آپ قطعاً یہ چاہیں گے کہ میں بھی اپنا کام ان حضرات سے کچھ پہلے شروع کر دوں۔

بھائی صاحب! خلافت وغیرہ کے لیے فرمائیے تو اس حالت میں بھی دس بیس ہزار روپیہ جلد از

جلد جمع کر دوں لیکن ندوہ وغیرہ کے لیے ابھی عام پبلک سے روپیہ وصول نہیں ہو سکتا۔ ایسی صورت میں سوا اس کے کوئی چارۂ کار نہیں کہ آپ ہی حضرات کے دامن میں پناہ لی جائے۔ مولوی غلام محمد شملوی صاحب تقریباً دو مہینے سے حیدرآباد میں مقیم ہیں اور خدا کی ذات سے بہت جلد امید کامیابی کی ہے۔

دوسرا خیال یہ ہے کہ جناب نواب علی حسن خاں صاحب وحید صاحب کو لے کر میں بھوپال آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ تعمیرِ دارالاقامہ و مسجد کے لیے ۲۵ ہزار سرکار سے اور دس ہزار عام چندے سے دلوا دیجیے۔ تب میں سمجھوں گا کہ آپ چاہتے ہیں کہ میں اپنا کام شروع کروں ورنہ جناب زبانی ہم دردی کا تو بندہ اس وقت قائل نہیں۔ اس خط کا جواب سوچ سمجھ کر ۲۰ر رمضان تک ضرور روانہ فرمائیں۔ اس میں سستی کو دخل نہ دیجیے گا۔ یہ واضح رہے کہ جناب بھی پس ماندگانِ شبلی مرحوم میں داخل ہیں۔

والسلام

مسعود علی ندوی

—۱۴—

Shibli Academy

دارالمصنّفین، اعظم گڑھ (یوپی)

Azamgarh (UP)

۱۶ر رمضان المبارک[۲۶]

مکرمی وعلیکم السلام

عنایت نامہ ملا۔ مسرت ہوئی۔ خدا آپ کے اس ارادے میں برکت دے۔ اب آپ کی طرف سے اطمینان ہو گیا ہے۔ اِن شاء اللہ نواب صاحب کو تیار کروں گا۔ اُمید ہے کہ آخرِ رمضان تک یہ کارروائی ختم ہو کر وہاں کی حاضری کا زمانہ متعین ہو جائے گا۔ آپ بھی اس زمانے میں اپنے یہاں کی آب و ہوا درست کیجیے تا کہ یہ آواز یک بہ یک اجنبی نہ معلوم ہو اور کچھ نہ کچھ پہلے ہی سے لوگ تیار رہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ پوری عمر ندوہ نے حیدرآباد سے مدد کی کوشش کی اور کامیابی ایسے وقت ہوئی جس وقت سے زیادہ ندوہ شاید کبھی بھی محتاج نہیں ہوا تھا۔

جناب مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کا خط آیا کہ حضور نے تین سو روپے ماہوار مقرر فرمائے۔ رقم اُمید کے مطابق نہیں ہے۔ پانچ سو کی اُمید تھی لیکن خیر اب آئندہ کے لیے گنجائش پیدا ہوگئی۔ ندوہ کی حالت اس وقت بہت نازک ہے۔ مالی دشواریاں اکثر پیش آئیں لیکن اُس وقت اتنے ہم درد و نگران موجود تھے کہ وہ کوئی مصیبت نہیں تھی لیکن اس وقت مالی دشواری کے ساتھ ساتھ کوئی پرسانِ حال بھی نہیں ہے۔

والسلام

مسعود علی ندوی

—۱۵—

نمبر ۲۷۸۳

Shibli Academy

دار المصنّفین، اعظم گڑھ (یوپی)

Azamgarh (UP)

۱۶/اپریل ۲۶ء

جنابِ مکرم وعلیکم السلام

محبت نامہ ملا۔ یاددہانی کا شکریہ قبول فرمائیے۔ مولانا عبدالسلام کو باحتیاطِ تمام آپ کا خط دے دیا گیا۔ اُنھوں نے مجھ سے کتاب کے متعلق دریافت فرمایا۔ میں نے کچھ جواب نہ دیا بس خط چاک کر دیا۔ میں نے جواب کے لیے سختی سے کہا اور میرے (یار) خاموش عید کی صبح ہے، کچھ طبیعت خراب ہے۔ جناب سیّد صاحب لکھنؤ و دہلی تشریف لے گئے ہیں۔ آپ کا خط دکھا دیا تھا۔ سیّد صاحب تو وطن نہیں گئے تھے۔ پورے رمضان شریف [؟] پر مقیم رہے۔

آپ نے پہلے بھی کرنل صاحب کے نام ''معارف'' بھیجنے کے لیے تحریر فرمایا تھا،[۴۷] چنانچہ اُس کا نتیجہ وی پی ہوا۔ وی پی کا کور روانہ ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمالیجیے۔ اس کے بعد دوبارہ بھیجنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ آپ جیسا فرمائیں اور حالات بدستور ہیں۔ مضامین وغیرہ کی اصلاح کے متعلق اگر آپ براہِ راست سیّد صاحب کو لکھیں تو جلد مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔

والسلام

مسعود علی ندوی

—۱۶—

Shibli Academy

دار المصنّفین، اعظم گڑھ (یوپی)

Azamgarh (UP)

۱۴/جولائی ۲۶ء

جنابِ مکرم، سلام مسنون

ابھی مولوی عبدالسلام نے کارڈ دکھایا۔ پڑھ کر سخت افسوس ہوا۔ آپ کے مصائب کا سلسلہ کچھ اتنا طویل ہے کہ ختم ہوتا نظر نہیں آتا۔ خدا کی مشیت بہرحال ہم لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہے۔

اب صحیح طور پر جناب سیّد صاحب کے معاصرین میں آپ داخل ہوگئے۔ اب کوئی کسر باقی نہیں رہی۔ ڈیپوٹیشن (Deputation) کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ ناظم صاحب کو فوراً لکھیے، ندوہ کا ڈیپوٹیشن ضرور جانا چاہیے۔ میں بھی اس وقت نواب صاحب کو لکھ رہا ہوں، البتہ دارالمصنّفین کے متعلق سخت دشواری ہے۔ یہاں تو لے دے (کر) ایک سیّد صاحب ہیں، سو اُن کی حالت یہ ہے کہ ایک سر ہزار سودا۔ مولانا حمید الدین صاحب[۴۸] قبلہ بالکل گوشہ نشین ہوگئے ہیں۔ وہ اس تذکرے کو بھی پسند نہیں کرسکتے۔ ایسی حالت میں ڈیپوٹیشن کے لیے آدمی کہاں سے آئیں۔ یہ ممکن ہے کہ نہیں، مع ایک کاتب، ایک مصلح سنگ، ایک پریس مین اور ایک مشین مین، ایک محرر ''معارف'' کے حاضرِ خدمت

ہوں اور تو کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اگر ممکن ہو تو نواب صاحب[29] کو اس کا مشورہ دیجیے کہ وہ ایک مشترک ڈیپوٹیشن تیار کریں جس میں دونوں کی نمائندگی ہو جائے اس لیے [کہ] دونوں کے بہت سے ممبر بھی مشترک ہیں۔ اور حالات بدستور ہیں۔

والسلام

مسعود علی ندوی

بھوپال کی ماہوار رقم کے لیے مفتی صاحب کو ایک خط لکھا تھا، اُس کے جواب کا انتظار ہے۔ سیّد صاحب کی عدم موجودگی کی وجہ سے دستخط نہیں ہو سکے۔

—۱۷—

نمبر ۲۷۸۳

Shibli Academy

دارالمصنّفین، اعظم گڑھ (یوپی)

Azamgarh (UP)

۲۱/اگست ۲۶ء

مکرمی وعلیکم السلام

عنایت نامہ ملا۔ میں ۳، ۴ دن کے لیے الٰہ آباد چلا گیا تھا، اس لیے جواب میں تاخیر ہوئی۔ اب چونکہ جناب سیّد صاحب قبلہ ۲۵، ۲۶ تک خود ہی تشریف لانے والے ہیں، اس لیے میں مناسب یہی سمجھتا ہوں کہ وہی درخواست وغیرہ روانہ فرمائیں۔ صرف ۳، ۴ دن کی دیر اس میں ہوگی۔ سیّد صاحب کی عدم موجودگی کی وجہ سے یہ تاخیر کچھ غیر موزوں بھی نہیں ہے، البتہ نواب صاحب نے معلوم نہیں کیوں خاموشی اختیار کی۔ میں نے اُن کو زور دے کر لکھا تھا کہ ایک مشترک ڈیپوٹیشن روانہ کیا جائے لیکن آدھے حصے کا جواب مجھ کو بھی نہیں دیا۔

بہرحال ایک خط آپ بھی سیّد صاحب کے نام روانہ کر دیجیے تاکہ جلد ہی وہ جائیں ورنہ ممکن ہے کہ آزاد ممالک کی سیر کے بعد اس قسم کے کاموں میں کچھ تاخیر کریں۔

والسلام

مسعود علی ندوی

—۱۸—

نمبر ۲۷۸۳

Shibli Academy

دارالمصنّفین، اعظم گڑھ (یوپی)

Azamgarh (UP)

۲۲/جنوری ۲۷ء

جنابِ مکرم وعلیکم السلام

مختصر کارڈ ملا۔ رکنیت کا کوئی فارم الگ نہیں چھپوایا گیا ہے۔ اپیل صرف چھپا [کذا] ہے، اُسی کی کچھ کاپیاں روانہ کرتا ہوں۔ اگر آپ چاہیں تو ممبر ضرور بنا سکتے ہیں جب کہ آپ کے معمولی نیازمند نے محض خطوط کے ذریعے سے بفضلہ ۱۰۰ سے زائد ممبر بنائے تو کیا آپ ایک درجن ممبر بھی نہیں بنا سکتے۔

جناب سیّد صاحب علی گڑھ و دہلی تشریف لے گئے ہیں۔ ۳۰ تک واپسی کی اُمید ہے۔

اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

والسلام

مسعود علی ندوی

—۱۹—

نمبر ۲۷۸۳

Shibli Academy

دارالمصنّفین، اعظم گڑھ (یوپی)

Azamgarh (UP)

۲۵/رمضان المبارک[30]

مکرمی

عرصے کے بعد آپ کی تحریر میں اب کے سچائی دیکھنے کو ملی۔ یہ غنیمت ہے۔ اب تک آپ کے پاس جو کتابیں بھیجی جاتی تھیں، وہ تجارتی حیثیت سے، اُسی بنا پر برابر آپ سے تقاضا جاری رکھا جاتا تھا

لیکن اب آپ نے قدیمی حق کی بنا پر کتابیں طلب فرمائی ہیں، اس لیے فوراً حاضر کی جا رہی ہیں۔ آپ کے اس حق سے کون انکار کرسکتا ہے۔ افاداتِ مہدی دارالمصنّفین کی ملکیت نہیں ہے، یہ دوبارہ اُن کی اہلیہ نے چھپوایا [کذا](۳۱) ہے، اُس کے علاوہ بقیہ کتابیں روانہ کی جاتی ہیں۔

مسعود علی ندوی

—۲۰—

نمبر ۲۴۸/۷ دارالمصنّفین، اعظم گڑھ مورّخہ ۳۰/نومبر ۴۳ء

جناب مکرم زاد جدکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ ملا۔ ''معارف'' کے اعلان سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کتاب شائع ہوگئی۔ چنانچہ روزانہ فرمائشوں کی بھرمار ہے۔ کتاب چھپ ضرور گئی ہے لیکن سیّد صاحب قبلہ کا خیال ہے کہ ندوۃ المصنّفین، اصلاح سرشتہ [کذا]، شبلی کالج کے عمارتوں کے بلاک بنوا کر اس میں شامل جائیں۔ اس لیے غالباً کم و بیش ایک مہینا صرف ہوجائے۔ عجلت ممکنہ کی جا رہی ہے لیکن اس وقت پر خیر دشوار ہے۔(۳۲)

سیّد صاحب قبلہ بہ غرض درستیِ صحت اس وقت جون پور میں اپنے داماد صاحب کے یہاں قیام فرما ہیں۔ یہ جگہ اس لیے منتخب کی گئی ہے کہ یہاں افکارِ قومی و شخصی کا خطرہ نہیں ہے۔ رمضان شریف سے طبیعت ناساز تھی۔ علاج کامل سکون و آرام، تصنیف و تالیف نیز جملہ مشاغل کا ترک تجویز ہوا ہے۔ اس قیام سے بفضلہٖ بہت افاقہ ہے۔ ابھی کچھ دن اِن شاء اللہ قیام رہے گا۔(۳۳)

خدا کرے آپ کا مزاج بخیریت ہو اور تکلیف کم ہوگئی ہو۔

والسلام

مسعود علی ندوی

Oriental MS. 13514, British Library

—۲۱—

''شیرستان''، پٹنہ

۲۴/اگست [؟] ۱۹ء

مکرمی، تسلیم

آپ کے دونوں نوازش نامے ملے۔ جواب میں تاخیر کی وجہ میری علالت ہوئی۔ میں اب تک علیل ہوں۔ میرے پیر میں سخت درد ہے۔ پھوڑا نکل رہا ہے۔

نواب محسن الملک مرحوم و نواب وقار الملک مرحوم کے بہت سے ایسے واقعات مجھے معلوم ہیں جو ان کی سوانح عمری میں لکھے جانے کے لائق ہیں۔ میں بعد میں اِن شاء اللہ ان کو قلم بند کر کے آپ کے پاس ضرور روانہ کروں گا۔ دونوں صاحبان کے میرے پاس متعدد خطوط تھے مگر افسوس کہ وہ ضائع ہوگئے۔ اب نواب محسن الملک کے ہاتھ کے لکھے ہوئے چند خطوط جو طلبہ کی ہڑتال کے وقت انھوں نے لکھے تھے، میرے پاس موجود ہیں۔ وہ عجیب و غریب خطوط ہیں اور نواب محسن الملک کی لائف بغیر ان خطوط کے مکمل نہیں کہی جا سکتی۔

ایک ایک واقعہ بہ طور تمثیل کے لکھتا ہوں جس سے ان بزرگوں کے اصلی کیریکٹر کا پتا چلتا ہے اور کوئی شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

(ا) نواب محسن الملک مرحوم کے یہاں ایک دن صبح کے وقت میں گیا۔ دیکھا کہ نوکر پر کچھ خفا ہو رہے ہیں۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ شب میں انھوں نے ایک نوکر کو پیر دبانے کے لیے بلوایا جو نوکر پہلے سے پیر دبا رہا تھا، اس نے آکر کہا کہ وہ آنے سے انکار کرتا ہے۔ اس پر نواب صاحب نے پھر بلوایا مگر بار بار بلوانے پر بھی وہ نہ آیا اور کہلوا بھیجا کہ اتنی رات کو مجھ سے جاگا نہیں جاتا۔ نواب صاحب کو سخت غصہ آیا اور صبح کو اپنے خانساماں سے کہا کہ اس کو موقوف کردو اور ابھی میرے گھر سے نکال دو۔ خانساماں نے آکر کہا کہ وہ جانے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ سرکار نے تو رات کو نکالنے کو کہا تھا، اب صبح ہوگئی۔ کیا اب تک سرکار کو رات کے قصور پر غصہ ہے؟ ہم بھلا کہاں جائیں، ہم تو یہیں رہیں گے۔ اس پر نواب

صاحب مسکرا کر چپ رہے۔

(۲) نواب وقار الملک جب سیکریٹری ہوئے اور تاڑ والے بنگلے میں مقیم تھے تو ایک دن شام کو میں ان کے پاس بیٹھا تھا۔ نوکر نے آ کر اطلاع کی کہ کالج کی مسجد کا بوڑھا مؤذن بہت دیر سے باہر بیٹھا ہوا ہے۔ نواب صاحب نوکر پر خفا ہوئے کہ مجھے پہلے سے اطلاع کیوں نہ کی۔ مؤذن جب کمرے کے اندر آیا تو نواب صاحب سروقد کھڑے ہو گئے اور تعظیم کر کے اسے آرام کرسی پر بٹھایا۔ وہ بہتیرا فرش پر بیٹھنا چاہتا تھا مگر نواب صاحب نے ایک نہ سنی۔ غریب مؤذن غالباً سمجھا ہوگا کہ اب کیا ہے، جس کام کے لیے آیا ہوں، وہ فوراً ہو جائے گا۔ پہلے تو نواب صاحب نے اس کی خیریت و مزاج کا حال دریافت کیا، پھر بال بچوں کی خیریت پوچھی۔ پھر پوچھا کہ ''جناب نے کیوں تکلیف فرمائی؟'' معلوم ہوا کہ نواب صاحب کے چارج لینے سے پہلے نواب مزمل اللہ خاں نے اس کو للعہ ماہوار کالج سے بہ طور پنشن مقرر کر دیا تھا اور جو کئی ماہ سے بند تھا۔ نواب صاحب نے فرمایا کہ ''جی ہاں! وہ تو میں نے ہی بند کر دیا۔'' کالج میں پنشن ملنے کا کوئی قاعدہ نہیں ہے، پھر آپ کو پنشن کس قاعدے سے دی گئی اور کس مد سے دی گئی۔ بے چارے مؤذن نے بہت کچھ منّت سماجت کی، ''میں غریب آدمی ہوں، مر جاؤں گا۔ میری پنشن جاری کر دیجیے۔ میں نے چالیس برس تک کالج کا کام کیا ہے۔'' مگر نواب صاحب پر اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ مجھے نہایت غصہ آیا اور میں نے کسی قدر گستاخی سے عرض کیا کہ اس غریب کے ساتھ اس قدر سختی نہ چاہیے۔ ایسے چھوٹے چھوٹے معاملات میں قاعدہ قانون کہاں تک برتا جائے گا۔ اس پر نواب صاحب مسکرا کر چپ ہو رہے لیکن ایک نہیں تھی جو نہ ٹلنی تھی، نہ ٹلی۔ مگر مؤذن سے نہایت ہی ادب سے نواب صاحب باتیں کرتے رہے۔ میں غصے میں وہاں سے چلا آیا اور مؤذن سے کہہ آیا کہ تم مجھ سے ملنا۔ کالج سے آ کر میں نے بیس آدمیوں سے [؟] مؤذن کو دلوا دیے اور للعہ ماہوار کا انتظام بھی چندے سے کیا۔ چند دن بعد مؤذن میرے پاس آیا اور کہا کہ اب آپ لوگ ماہوار چندے کی تکلیف نہ کریں۔ میرے بہت اصرار پر کہ کیا واقعہ ہے۔ اس نے کہا کہ نواب صاحب نے اپنی جیب سے للعہ ماہوار مقرر کر دیا ہے اور سخت تاکید کی ہے کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔

اُمید کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ میں نے اس وقت یہ خط نہایت درد کی حالت میں لکھا ہے، اس لیے بہت بے ربط ہے۔ معاف کیجیے گا۔ زیادہ۔

والسلام

آپ کا خادم

سیّد محمود[۳۴]

—۲۲—

Heroes of Islam & India

Maulana Shaukat Ali

Seth Yakub Hasan

Dr. Saifuddin Kitchlew

(Hon. Secretaries)

Address: Telegraphic "Khilafat"

الجمیعة المرکزیه الہندیه للخلافة الاسلامیه (بمبئی)

The Central Khilafat Committee of India

Mia Mohammed Haji Jan Mohammed Chotani
(President)

Sultan Mension
Dongri
Bombay

Ahmed Haji Siddick Khatri
M. A. Ansari
Saiyed Mohammed
(Hon. Sectretaries)

یکم جون ۲۳ء

مخدومی و محبی، وعلیک السلام

مجھے آپ کا خط واپسی مالابار پر بہ دیر ملا۔ ادھر کانگرس اور خلافت کمیٹیوں کے اجلاس ہو رہے تھے

جس میں بالکل عدیم الفرصت (ہوں) اب ادھر بخار آ رہا ہے۔ آپ ظلِ السلطان[۳۵] حسبِ ذیل پتے پر بھیج دیا کیجیے:

"محمود بیگم موضع سلطان پور، ڈاک خانہ آندر ضلع سارن"

براہِ کرم یہ فرمائیے کہ کیا آپ کچھ وقت زائد از زائد سات یا دس روز مجھے دے سکیں گے کہ میں آپ کو بمبئی میں روک کر کچھ کام ضرور لے سکوں جس کا سرانجام آپ کے سوا دوسرے سے مشکل سے ہوگا۔ خود میں مضمون بھیجنے کا وعدہ تو نہیں کر سکتا، البتہ کوشش کروں گا۔ اور میں پٹنہ جانے والا ہوں، وہاں پہنچ کر میں تو اس کی تحریک کروں گا کہ وہ مضامین بھیجا کریں۔ امید کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

والسلام

خاکسار

سیّد محمود

اگر آپ آسکتے ہوں تو فوراً چلے آئیں۔ میں یہاں ۸،۱۰/جون تک رہوں گا۔

مولوی بشیر الدین کو میں نے تار دیا ہے، وہ بھی آ رہے ہیں۔

—۲۳—

بمبئی، ۱۳/جون ۲۳ء

برادرم، السلام علیکم

افسوس ہے کہ آپ نہ آسکے لیکن جب اس قدر مجبوریاں تھیں تو اس کی شکایت بھی نہیں ہے۔ میں پرسوں یہاں سے جا رہا ہوں، واپسی پر آپ کو اطلاع دوں گا۔ اس وقت امید ہے کہ آپ ضرور تشریف لائیں گے۔

خدا کرے آپ کے یہاں اب سب لوگ اچھے ہو گئے ہوں۔

زیادہ، والسلام

آپ کا مخلص

سیّد محمود

—۲۴—

حبشی گوڑہ، حیدرآباد دکن

۲۵/جنوری ۴۲ء

مکرم و کرم فرمائے من

آپ کا عنایت نامہ مجھے یہاں ملا جس کے لیے میں آپ کا بہت شکرگزار ہوں۔ یہ خیال آپ دل سے نکال دیجیے کہ میں آپ سے خفا ہوں۔ میں تو آپ صاحبوں کا خادم ہوں۔ مجھے اس کے متعلق کوئی علم نہیں کہ آپ نے عمارت فنڈ کی رسیدیں طلب کی تھیں۔ میں دہلی واپس آنے پر آپ کو اطلاع دوں گا۔ آپ سے تو مجھے بہت سے کام لینے ہیں۔ خصوصاً اس نئی تجویز کے متعلق جو حال میں کی گئی۔ اس بارے میں آپ سے مفصل گفتگو کروں گا۔

والسلام

عبدالحق

—۲۵—

Phone: 32784

Anjuman Taraqqi-e-Urdu

Urdu Road

Karachi

۲۵/ستمبر ۱۹۵۸ء

مکرمی، السلام علیکم

آپ کا خط پہنچ گیا تھا۔ سیّد ہاشمی صاحب سے مجھے صرف اتنا معلوم ہوا تھا کہ مرحوم محمد امین صاحب نے اپنی ابتدائی زندگی کے حالات قلم بند کیے ہیں۔ اب آپ کے خط سے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ انھوں نے یہ سلسلہ جاری رکھا اور بعد کے حالات بھی بہت کچھ لکھ لیے تھے۔ آپ کسی وقت

تشریف لائیے، میں وہ اجزا دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد غور کیا جائے گا کہ اس کی اشاعت کی کیا صورت ہوگی۔[۳۶]

اقبال کی کتاب نعمان مجھے دے گئے ہیں۔ ہاشمی صاحب کہتے تھے کہ خالد (سندھ اردو اکادمی والے) اس کے چھاپنے کے لیے تیار ہیں بشرطے کہ کہیں کہیں اس کی زبان کو نرم کر دیا جائے۔ ہاشمی صاحب نے یہ کام کر دیا ہے۔ اب میں خالد صاحب کو بلا کر دریافت کروں گا کہ وہ اس کی اشاعت کے لیے تیار ہیں یا نہیں۔[۳۷]

مجھے محمد امین کے انتقال کا بہت صدمہ ہے۔ مجھ سے میرا ایک سچا ہم درد اور مخلص دوست چھُٹ گیا جسے میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ زندگی بھر اس کا ماتم کروں گا۔[۳۸]

عبدالحق

بنام محمد حسین خاں زبیری، ایم اے (علیگ)
۱/سی ۲/۱۰، ناظم آباد، کراچی۔۱۸

—۲۶—

فون نمبر: ۳۲۷۸۴ مورّخہ ۲۷/مارچ ۵۹ء

کل پاکستان انجمن ترقیٔ اردو

اردو روڈ، کراچی

مکرمی دام لطفہ، السلام علیکم

آپ کا خط ملا۔ آپ کی عنایت اور مبارک بادی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بلاشبہ محمد امین مرحوم زندہ ہوتے تو وہ سب سے زیادہ خوش ہوتے۔ وہ مجھے اکثر یاد آتے ہیں۔ وہ میرے سچے ہم درد اور مخلص دوست تھے اور آخر تک انھوں نے میرا ساتھ دیا تھا۔ اب کوئی ایسا نہیں رہا جس سے میں اپنے دل کا حال

کہوں یا مشورہ کر سکوں۔

اقبال والی کتاب واپس آ گئی ہے۔ آپ کسی وقت آ کر لے جائیے۔

والسلام

خیر طلب

عبدالحق

بنام محمد حسین خاں زبیری، ایم اے (علیگ)
۱/سی ۲/۱۰، ناظم آباد، کراچی۔۱۸

Letters Urdu
Oriental MS. 13517, British Library.

—۲۷—

اورنگ آباد، دکن ۲۹/اپریل ۱۷ء

کرم گسترمن، تسلیم

آپ کا لکھوایا ہوا خط ملا۔ دفتر انجمن ترقیٔ اردو سے آج پانچ سالانہ رپورٹیں آپ کی خدمت میں رجسٹری کی جا رہی ہیں۔ دو آپ کے واسطے اور باقی ان تین صاحبوں کے نام کی ہیں جن سے چندۂ رکنیت ہمیں وصول کرنا ہے یعنی (ہر رپورٹ کے ساتھ ان صاحبوں کے نام کا ایک خط):

۱۔ محمد قاسم صاحب، جاگیردار بھوپال
۲۔ مولوی مظہر حسین صاحب، تحصیل دار بھوپال
۳۔ میاں تمکین محمد خاں صاحب، بھوپال

میں نے پہلے خط میں بھی یہ نام لکھ کر آپ کو بھیجے تھے کہ اگر ان صاحبوں کا پورا پتا معلوم ہو جائے تو ہم انھیں وی پی بھیج کر سالانہ چندہ وصول کر لیں۔ لیکن خیر اب یہ کام آپ اپنے ذمے لیتے ہیں تو اور بھی اچھا ہے۔ اب یہ رپورٹیں ان صاحبوں کو بھجوا کر ان سے چھ چھ روپے (یا اوّل درجے [؟] کی ایک قسط) وصول کر لیجیے اور جلد ہمیں ان کا روپیا بھجوا دیجیے۔ روپیا ملنے کے بعد ان کے نام کی رسیدیں (اس

مفصل پتے پر جو آپ اب لکھ کر بھیجیں گے) ارسال کر دی جائیں گی۔ یقین ہے میرا مطلب آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے۔

۲۔ اپریل ختم ہے اور یہ خط آپ کو یکم مئی کو ملے گا۔ ٹھہر کر حسبِ وعدہ اپنے باقی ۳/روپے آپ بھی ارسال کر دیں یا ان تینوں صاحبوں کے روپوں کے ساتھ بھیج دیں۔

۳۔ امین بک ڈپو کی جانب سے آپ ضرور انجمن ترقیٔ اردو کی مطبوعات جدید کا اشتہار دے دیں۔ مطبوعاتِ جدید سے میری مراد وہ کتابیں ہیں جو مولوی عبدالحق کے زمانۂ سیکریٹری میں پچھلے تین سال کے اندر چھپی ہیں۔ ان کتابوں کے نام یہ ہیں:

(۱) القمر (۲) مبادیِ سائنس (۳) فلسفۂ جذبات (۴) طبقات الارض (۵) مقدمات الطبیعیات (۶) فلسفۂ اجتماع (۷) البیرونی (۸) مشاہیرِ یونان و روما (۹) دریائے لطافت (۱۰) تاریخِ تمدن (۱۱) خلافتِ اندلس (۱۲) اردو کا نیا قاعدہ (۱۳) کلیہ قاعدہ (۱۴) علم المعیشت۔

ان سب کی فہرست آپ کو سالانہ رپورٹ کے سرورق اور ورقِ آخر پر ملے گی۔ ''القمر'' اور ''تاریخِ تمدن'' کو ہم نے دوبارہ چھپوالیا ہے۔ ''خلافتِ اندلس'' مفت میں چھپی چھپائی ہمیں مل گئی ہے۔ باقی قدیم مطبوعات کے نام سے جو کتابیں فہرست میں شامل ہیں، وہ ہمارے قبضے میں نہیں ہیں بلکہ علی گڑھ یونی ورسٹی بک ڈپو کی مِلک ہیں۔ انھیں آپ اپنے بک ڈپو کی فہرست میں داخل نہ کیجیے گا۔ ان کے لیے علی گڑھ بک ڈپو سے معاملہ کرنا چاہیے۔ البتہ وہ چودہ مطبوعات جن کے میں نے نام لکھے، آپ ضرور اپنی ایجنسی میں دو چار منگا کر رکھیں اور ہماری مقرر کمیشن پر انھیں اپنی معرفت فروخت کرنے کا انتظام کریں۔ یہ انجمن ترقیٔ اردو کی بڑی مدد ہے اور اس کا اصلی مقصد بھی (کہ ملک میں جدید علوم اور نئے خیالات پھیلائے) انھیں کتابوں کی اشاعت اور عام خریداری سے حاصل ہو سکتا ہے۔

اشتہار میں نام لکھنے کے بعد آپ ہر کتاب کے جتنے جتنے نسخے مناسب ہوں، ہم سے طلب کر لیں اور کمیشن کی شرح وغیرہ بھی اسی کے ساتھ آپ کو لکھ کر بھیج دی جائے گی۔

مولوی عبدالحق صاحب کا تار حیدر آباد سے آیا ہے۔ وہ کل (۳۰/اپریل کو) اورنگ آباد آ جائیں

گے۔ آپ نے کون سا خط انھیں لکھا تھا جس کا جواب مطلوب ہے۔ خیر جو کوئی ہوگا تو ان خطوں میں رکھا ہوگا۔ وہ آ کر جب اپنی پندرہ دن کی جمع شدہ ڈاک پڑھیں گے، اس وقت آپ کی خدمت میں بھی جواب لکھیں گے۔

مجوزہ ''سلطانیہ کالج'' کی اسکیم کئی دن ہوئے ہمیں مل گئی تھی۔ بہت خوب ہے اور خوب چھپی ہے۔ خدا کرے غریب اہل اسکیم اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جائیں۔ مسلمانوں کے پاس روپیا کہاں رکھا ہے جو آئے دن کے چندوں سے انھیں ستایا جائے۔ جس قدر تھا بھی وہ یونی ورسٹی کے سر صدقہ ہوا۔ ادھر سنا ہے بہار والے بھی کوئی اسلامیہ کالج بنانے والے ہیں۔ ہمیں تو صاحب صاف بات یہ ہے کہ سب سے زیادہ ضروری اپنی انجمن ترقیٔ اردو کا چندہ نظر آتا ہے اور شاید یہی ایک ذریعہ (تصنیف وتراجم کا) باقی رہ گیا ہے جس سے ہم اپنے حسبِ منشا کسی حد تک آزادی کے ساتھ کام لے سکتے اور اہلِ وطن کو عمدہ تعلیم دے سکتے ہیں۔ کالجوں کی تعلیم کا زمانہ غالباً ختم ہونے پر آ گیا ہے۔ یعنی جو موجود ہیں ضروریاتِ ملازمت کے واسطے کافی ہیں۔ سرکار کی بڑی غرض ان کے قائم کرنے سے ہی تھی۔ اب اگر ان کی تعداد بڑھی یا طالب علموں کی افراط ہونے لگی تو شاید اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یونی ورسٹیاں زیادہ تعداد میں طالب علموں کو فیل کرنے لگیں گی اور میرے نزدیک یہ بات ہے بھی واجبی...

اچھا اب اپنی آخری بات کا جواب سنیے۔ میرے پاس یہاں کتابیں نہیں ہیں، نہ مولوی صاحب کے مختصر کتب خانۂ مقامی میں ''زنانہ مضمون'' کو کوئی بڑی منزلت حاصل ہے۔ البتہ اپنی یاد سے جو چند کتابیں میں نے پڑھ رکھی ہیں (اور اب ان کے مضامین تک بھول چکا ہوں) ان کے نام لکھ دیتا ہوں۔

اوّل تو حقوق طلب عورتوں کے متعلق دو کتابیں آپ کی لائبریری میں ہونی ضروری ہیں:

1. The suffragette (A history of their militant movement) by Sylvia Pankhurst. British Free woman, by Charlotte Stopes.

ایک پروفیسر صاحب نے جو پہلے ان عورتوں کے بڑے حامی اور بعد میں سخت مخالف ہوئے۔ ان کی مخالفت میں کچھ خطوط تحریر کیے ہیں۔ چھوٹی سی کتاب اور لغوی، مگر بالکل نئی اور خاصی مقبول سمجھی جاتی ہے۔ اس کا نام ہے:

Letters on Roles for Women by Prof Dicey.

ایک عام معلومات اور دل چسپی کی کتاب Women in Transition ہے اور مصنفہ نے (جس کا نام یاد نہیں رہا) بہت ممالک میں پھر کر اسے تیار کیا ہے۔ آپ کے مطلب کی کتاب ہے۔

دو کتابیں مسئلۂ طلاق و ازدواج کے متعلق اور اس قابل ہیں کہ آپ انھیں منگائیں:

1. A History of Divorce by Kitchiun.
2. Marriage & Divorce by Ceil Chapman.

ان سے اہلِ یورپ کے تعلقات زن و شو کی حالت معلوم ہوتی ہے۔ خصوصاً آخری کتاب بالکل حال کی لکھی ہوئی ہے اور تازہ ترین معلومات کا آئینہ ہے۔ چھوٹی سی کتاب ہے اور اس میں صرف انگلستان کی عورتوں کا حال ہے۔ عورتوں کا نہیں بلکہ طلاقوں کا اور انگلستان کے موجودہ قانونِ طلاق پر مصنف نے بڑی خوبی سے بحث کی ہے۔

بس بھئی اب کہاں تک لکھے جاؤں۔ ہاں ایک کتاب اور یاد آ گئی۔ میں نے اسے خود نہیں پڑھا مگر تعریف عورتوں کے اخبارات میں اس کی پڑھی تھی، The Case for Women's Suffragette۔

اس کتاب میں مختلف اور مشہور اہلِ قلم نے مضامین لکھے ہیں اور بڑی آزادی کے ساتھ عورتوں کے حقوق کی وکالت کی ہے۔

فقط نیاز آگیں

سیّد ہاشمی [۳۹]

بھوپال کے ممبروں سے چندہ وصول کر کے جلد بھیجیے گا۔

ہاشمی

—۲۸—

بی ۱۱۸ یکم اگست ۴۹ء

موڈل ٹاؤن (لاہور)

مہربان مکرم دام الطافکم

آپ کا ۲۴ر کا لکھا ہوا خط ۲۹ر جولائی کو کراچی کے ڈاک خانے سے چلا، اس وقت مجھے موصول

ہوا۔ میرے پاس سے آپ کا پتا کھو گیا تھا اور خیال تھا کہ آپ دفترِ انجمن سے منتقل ہو گئے بلکہ شاید شبر صاحب نے لکھا تھا کہ نعمان صاحب کے پاس چلے گئے۔ اب آپ کا خط پڑھا تو کیفیت معلوم ہوئی۔

سرسیّد پر آپ کا مضمون میں نے پڑھا تھا۔ بہت خوب لکھا ہے۔ رسالہ ''اردو'' نکل آنے سے خوشی ہوئی۔ کتابت کی غلطیاں بہت رہ گئی ہیں۔ نئے لوگوں کے مضامین کو بھی احتیاط سے دیکھ کر چھاپنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر ضیاء الدین مرحوم کی سوانح ضرور چھپوائیے اور کالج کی [تاریخ] بھی آپ سے بہتر شاید ہی کوئی تالیف کر سکتا ہے۔ [۴۰]

ہندوستان کی جائے داد کے تبادلے کا کام بے شک اب اور بھی مشکل ہو گیا ہے۔ سوائے صبر کیا چارہ ہے۔ میں کچھ علمی ادبی کام شروع کر رہا ہوں۔ اس غرض سے کراچی آنے کا بھی خیال ہے۔ انجمن اور بعض دوستوں کے کتب خانوں سے کچھ کتابیں مستعار لینی چاہتا ہوں۔ اگرچہ یہاں بھی یونی ورسٹی کی لائبریری بہت اچھی موجود ہے۔

غلام بھیک صاحب غالباً لاہور میں ہیں۔ پتا چل گیا تو لکھ بھیجوں گا ورنہ آپ ڈاک خانے یا پنجاب اسمبلی کے دفتر کی معرفت خط لکھیں تو عجب نہیں انھیں مل جائے۔ [۴۱]

مولوی صاحب کے ڈھیروں خط میرے پاس تھے مگر بڑا حصہ تو اب فرید آباد میں رہ گیا۔ وہاں سے سامان چھوٹ کر آیا تو کتابوں کے ساتھ وہ بھی آ جائیں گے۔ چند یہاں بھی ہوں گے۔

معشوق یار جنگ کا کئی دن سے حال معلوم نہیں ہوا۔ وہاں ہوں تو ضرور سلام کہیے اور خیریت لکھیے گا۔ عزیز یامین صاحب سلّمہٗ کو بھی بہت سلام دعا۔

بندہ

ہاشمی

—۲۹—

جوناگڑھ ۲۳ر جنوری ۳۳ء

مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں ایک عرصہ سے بھوپال نہیں گیا۔ بھائی صاحب قبلہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ مجھے آپ کا پتا معلوم

نہ تھا۔ میرے احباب کی فہرست کوئی تقویم نہیں جو پارینہ ہوجائے۔ میں اس کو صندوقِ سینہ میں تارِ نفس سے باندھ کر محفوظ رکھتا ہوں۔

مدت کے بعد آپ کا عنایت نامہ ملا۔ گزشتہ صحبتیں یاد آگئیں۔ افسوس۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ آپ مثلِ سابق علمی اور ادبی خدمت میں مصروف ہیں۔ مجموعۂ خطوط جس وقت تیار ہوجائے ایک نسخہ مجھے بھیجیے گا۔ سورت اور کاٹھیاواڑ کے خطوط جو میرے پاس محفوظ ہیں، ان کی نقول روانہ کرتا ہوں۔ آپ ان کو اس مجموعے میں شامل کرسکتے ہیں، کل چھ خط ہیں۔

(۱) انکلیشور ضلع سورت سے۔ آنحضرت صلعم [کذا: صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا چاہیے] کے متعلق اسٹینڈرڈ لٹریچر کمپنی کے ''بک آف نولج'' میں کچھ نازیبا الفاظ تھے، اس کی طرف اشارہ ہے۔ میں نے جواب نہیں دیا تھا اور وہاں سے دوستی کی اطلاع بھی آئی تھی۔

(۲) بڑودہ سے مہتمم مدرسۂ انوار العلوم نے خط بھیجا تھا۔ بھوپال کی رقم سے مراد عطیۂ سرکارِ عالیہ جنت مکاں ہے۔ جس وقت سرکارِ عالیہ بڑودہ تشریف لائیں، اس مدرسے کا معائنہ فرمایا اور مبلغ ۳۰۰ ماہوار مقرر فرمادیا جواب تک ملتا ہے۔

(۳) بوہروں کی سلیمانی جماعت کے ملائے اعظم الحاج مولانا غلام حسین صاحب کا خط ہے۔ سلیمانی جماعت وہ [ہے] جس میں عباس طیب حسن صاحب اور حیدری صاحب وغیرہ شامل ہیں۔

(۴) حکیم محمد وارث علی خاں کا خط ہے۔ ان کا خاندان بڑودہ میں سنا ہے سربرآوردہ تھا۔ سرکار کا مگوار سے بارہ ہزار ماہوار ملتے تھے۔ مگر افسوس اب حالت ناگفتہ بہ ہے۔ یہ خط جنجیرہ سے لکھا تھا جب وہاں ملازم تھے۔

(۵) و(۶) یہ دونوں خط قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کے ہیں۔ موصوف ایک اچھے ادیب اور فاضل ہیں۔ ''معارف'' میں ان کے مضامین نکلتے ہیں۔

گجرات اور کاٹھیاواڑ میں اب دوسرے صوبجات کی طرح انگریزی میں خط وکتابت [کذا] کا رواج عام ہوگیا ہے۔ اردو میں کم خط لکھتے ہیں۔ البتہ سلیمانی جماعت بواہیر کے مرد اور عورتیں اردو میں خط لکھنے کی بہت شائق ہیں ورنہ دوسری جماعتیں گجراتی میں لکھتی ہیں۔

''سیرتِ رسول اللہؐ'' کا ایک نسخہ آپ کو ہدیۃً بھیجتا ہوں۔ اوقاتِ فرصت میں غور سے پڑھیے گا۔ میں نے یہ کتاب والیانِ ریاست کو نہیں دی۔ اب سرکارِ عالیہ کہاں ہیں جن کے سامنے پیش کروں۔ خدا کریم ان کی مغفرت فرمائے۔ خیر و عافیتِ مزاج سے جلد مطلع فرمائیے۔

فقط

والسلام

نواب (۴۲)

سیّد نواب علی، مؤلف ''سیرتِ رسول اللہ'' بنام محمد امین زبیری

—۳۰—

Sri Vilas
Mylapore, Madras

۲۳/اگست ۲۵ء

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرصے سے آپ کی خیر خیریت معلوم نہیں ہوئی۔ امید کہ بہمہ وجوہ مع الخیر ہوں گے۔ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ علمائے بھوپال نے اپنی آرا سے جلد از جلد سرفراز فرمانے کا وعدہ فرمایا تھا مگر اب تک میں انتظار ہی انتظار میں ہوں۔ بڑی مہربانی ہوگی، اگر آپ وہ رائیں وصول فرما کر مجھ تک پہنچادیں۔

احباب و پرسانِ حال کی خدمت میں سلام پہنچادیجیے۔

یعقوب حسن (۴۳)

—۳۱—

Manorama

Mylapore, Madras

۹/دسمبر ۲۹ء

مکرمی مولوی محمد امین صاحب زبیری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مدراس واپس آنے پر مشاغل کا اس قدر ہجوم تھا، خصوصاً مسلم کانفرنس کے اجلاس کے متعلق مصروفیتیں اتنی تھیں کہ میں بذریعہ خط آپ کے احسانات کا شکریہ ادا نہیں کر سکا۔ جو آپ نے قیامِ بھوپال کے دوران میں مجھ پر کیے ہیں۔ اس وقت آپ کی تالیف ''عصرِ حاضر'' اور ''تحفہ'' The Sayings of Prophet Mohammad میرے پیشِ نظر اور آپ کا شکریہ ادا کرنے کی محرک ہے۔

''کشاف الہدیٰ'' اور ''کتاب الہدیٰ'' کی جلد سازی ہو (رہی) ہے۔ غالباً کل میں ان کا پارسل بھیج سکوں گا۔ ان میں ایک ایک نسخہ ہدیۂ آپ کے لیے شامل ہوگا۔

ہز ہائی نس نواب صاحب اور ہر ہائی نس حضرت علیہ بیگم صاحبہ کی خدمت میں خطوط کے مسودوں کا سخت انتظار ہے۔ اُمید کہ عنقریب وصول ہو جائیں گے۔ شہزادیوں کے ناموں کی تفصیل اور عبارتِ مخاطبہ کی تفصیل بھی آجائے تو ان کے لیے بھی کتابوں کے نسخے بھیجے جاسکیں۔

امید کہ آپ بخیر ہوں گے۔

نیاز مند

یعقوب حسن

—۳۲—

علی گڑھ

۱۴ر دسمبر [۴۴]

مائی ڈیئر محمد امین۔ تسلیم

میں نے آپ کا رسالہ بغور پڑھا ہے۔ میں کسی مسلمان پر کبھی یہ شبہ نہیں کر سکتا کہ وہ قومی معاملات میں بدنیتی سے کوئی کارروائی کرتا ہو۔ آپ کی نیت (پر) مجھے یقین ہے کہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے اس میں آپ کی نیت بخیر تھی۔ صرف سوال یہ ہے کہ آیا قومی کام کرنے والوں کو اس درجہ لعنت ملامت مناسب ہے یا نہیں۔ آخر کام کرنے والے بھی انسان ہیں اور مسلمان ہیں۔ فروگزاشتوں سے کوئی بشر بھی خالی نہیں ہے۔ میں تو جب چاروں طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتا ہوں اور کسی شخص کو بھی مستعدی سے قومی کاموں

میں مشغول نہیں دیکھتا تو مجھے نواب اسحاق خاں آفتاب احمد خاں کا دم بہت غنیمت معلوم ہوتا ہے۔ نوجوانوں کے سیر و جس قدر کام کیے گئے، انھوں نے مایوس ہی کیا۔ ان کے کاموں پر ریزولیوشن خاک میں مل رہی ہے، دیگر کاموں میں بھی سخت ابتری ہے۔ پھر آفتاب سے اس درجہ سختی کا برتاؤ میں قومی مصلحت کے خیال سے مناسب نہیں سمجھتا۔ بہرحال آپ جب کانفرنس میں تشریف لائیں گے تو آپ سے مفصل گفتگو ہوگی۔ اسی موقعے پر تاریخ کی ریڈروں کا معاملہ بھی طے ہو جائے گا۔

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

خاکسار

عبداللہ [۴۵]

—۳۳—

علی گڑھ

۱۴ر مارچ [۴۶]

مکرمی مولوی محمد امین صاحب۔ السلام علیکم

میں نے کل صاحب زادہ آفتاب احمد خاں صاحب سے آپ کی گفتگو کا خلاصہ سن کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آپ کے دل میں بلاوجہ کوئی کدورت پیدا ہوگئی ہے۔ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب نے اگر آپ سے کہا ہو کہ آپ مخالفت کریں گے تو آپ کو نقصان پہنچے گا تو یہ ان کا اپنا ذاتی خیال ہوگا۔ میں نے اس بارے میں نہ کبھی ڈاکٹر صاحب سے ذکر کیا اور نہ میرے دماغ میں کبھی یہ خیال آیا کہ میں آپ کو نقصان پہنچاؤں، البتہ آپ نے جب ڈاکٹر صاحب سے سن لیا تو آپ کو مجھ سے دریافت کرنا چاہیے تھا اور قبل [اس کے کہ] میں اس خط کی ایک ایک تفصیل صاحب زادگان کی خدمت میں بھیج دوں۔ میرا دل کینے سے قطعاً پاک ہے۔ میں نے بار بار سنا کہ آپ میرے پیچھے میری برائی کرتے ہیں اور برے طور پر میرا ذکر کرتے ہیں اور میرے پاس اس کا کافی ثبوت ہے مگر میں نے کبھی اس کا خیال نہیں کیا۔ میں ہمیشہ یہ سمجھتا رہا کہ آپ کو بلاوجہ کدورت ہے اور جب کبھی آپ کو اصل واقعات معلوم ہو جائیں گے۔ آپ خود

ہی صاف ہو جائیں گے مگر اب تو آپ نے غضب کیا ہے کہ جرنیل صاحب سے جا کر میرا نام لے دیا کہ میں آپ کو نقصان پہنچایا چاہتا ہوں۔ آپ کو یہ بات تسلیم ہے کہ مجھ سے دریافت کیے [بغیر] آپ کو جرنیل صاحب سے اس کا ذکر نہ کرنا چاہیے تھا اور ممکن ہے کہ آپ نے میجر حمید اللہ خاں صاحب سے ہی ذکر کیا ہو کہ مجھ کو یہ لوگ نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔[۴۷] آپ نے اس بارے میں سخت غلطی کی ہے اور اگر ڈاکٹر صاحب نے آپ سے اب کہا ہے تو مجھے سخت تعجب ہے۔ اب چونکہ آپ نے صاحب زادگان سے اس کا ذکر کیا ہے تو آپ کو خود اس کی صفائی کر دینی چاہیے کہ عبداللہ کا نہ ایسا خیال ہے اور نہ کبھی اس نے کسی سے اس قسم کا کوئی خیال ظاہر کیا ہے لیکن اگر آپ خود اس سخت غلطی کی تلافی کرنے اور صفائی کرنا نہ چاہیں تو مجھ کو اجازت دیجیے کہ ایسا کہا ہے۔ اب بھی میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ میرا اطمینان کر دیجیے کہ آپ نے خود صفائی کر دی ہے تو مجھے ان کی خدمت میں اس خط کی نقل بھیجنے کی ضرورت ہی نہیں ورنہ مجبوراً میں اپنے عریضے کے ساتھ اس خط کی نقل بھیجوں گا۔

خاکسار
عبداللہ وکیل
از علی گڑھ

—۳۴—

پانی پت۔ ضلع کرنال
۹ر دسمبر ۱۹۱۶ء

مکرم و محترم سلمہم اللہ تعالیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میری صحت اس تمام عرصے میں بہت خراب رہی اور اس وجہ سے خط و کتابت [کذا] کرنے سے قاصر رہا۔ اب بھی بائیں شانہ اور بازو کی تکلیف بدستور باقی ہے اور اس سے طبیعت بہت مضمحل رہتی ہے۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ اور کوئی تکلیف نہیں ہے۔

آپ نے اس عرصے میں مجھے اور میرے کام کو بھلائے رکھا جس کی وجہ غالباً عدیم الفرصتی ہوگی اور میری طرف سے یاد دہانی میں کوتاہی ہوگی۔ ایک خط نواب محمود حسن خاں صاحب کو عزیزی خواجہ

غلام السبطین سے لکھوا کر بھیجا تھا اور انھوں نے جواب میں لکھا تھا کہ عنقریب عطیہ کے متعلق فرمان اور پرنس کے عطیہ کی ادائیگی کا انتظام کیا جائے گا لیکن اس کو بھی بہت عرصہ گزر گیا۔

چونکہ انسپکٹر صاحب مدارس عنقریب ہمارے مدرسے کا معائنہ کرنے والے ہیں اور اس موقعے پر فرمان علیہ حضرت اور پرنس کے عطیہ کی وصولی سے مدرسے کی حالت کو کمالِ تقویت ہونی متصور ہے اور ماہ واری اخراجات کے لیے اور زیرِ تعمیر مکانات کی تکمیل کے واسطے روپوں کی اس وقت اشد ضرورت بھی ہے۔ میری نہایت التجا کے ساتھ درخواست ہے کہ میرے کام کی طرف خاص توجہ فرما کر اس کی تکمیل بہت جلدی کرا دیجیے۔ میں شکر گزار ہوں گا۔

کانفرنس[۴۸] کے ایک ریزولیوشن میں بھوپال کے عطیات کا ذکر صاحب زادہ صاحب نے کیا ہے خاص کر حالی مسلم ہائی اسکول کے متعلق اور اگر مجھے اجازت دی گئی اور ان شاءاللہ کانفرنس میں شرکت کا موقع ملا جیسا کہ پختہ ارادہ ہے تو اس ریزولیوشن کی تائید میں، میں بھی کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔

کانفرنس[۴۹] کی کارروائی پر آپ کا تبصرہ پہنچا اور اس کو اوّل سے آخر تک میں نے پڑھا۔ میرے دل پر جو اثر اس کا ہوا، وہ یہ ہے کہ جو اعتراض آپ نے کیے ہیں، اگرچہ ان میں سے بعض نظر انداز کیے جا سکتے ہیں اور بعض کا قابلِ اطمینان جواب دیا جا سکتا ہے لیکن آپ کی تمام تحریر اس لائق ہے کہ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے اور کانفرنس کے نظام میں جو بنیادی نقص ہیں، ان کو دور کرنے کی پوری کوشش کی جائے۔ مجھ پر خاص طور پر جس بات کا اثر ہوا وہ یہ ہے کہ خواہ آپ کے اور صاحب زادہ صاحب کے تعلقات کیسے ہی ہوں، آپ کی تحریر اوّل سے آخر تک نیک نیتی پر مبنی معلوم ہوتی ہے اور آپ کی دلی خواہش یہ معلوم ہوتی ہے کہ کانفرنس کے انتظام اور اس کے نظام میں جو باتیں اصلاح طلب ہیں، ان کی درستی کی جائے۔

غالباً آپ کانفرنس کے جلسے میں شریک ہوں گے اور ان شاءاللہ وہاں ملاقات ہوگی۔ کُل اردو کانفرنس کی طرف سے بھی ایک خط منجانب جناب ظفر الملک بہادر پہنچا ہے اور جی تو یہ چاہتا ہے کہ علی گڑھ اور لکھنؤ دونوں جگہ کے جلسوں میں شرکت کی جائے۔ اگر خدا کو منظور ہے تو اس بات کی کوشش کروں گا کہ ۲۷، ۲۸ کو علی گڑھ شریک ہو کر ۲۹ کو لکھنؤ پہنچوں۔ براہِ مہربانی آپ بھی اپنے

ارادے سے مطلع کیجیے گا۔ نہ معلوم نواب محمود حسن خاں صاحب بھی علی گڑھ آسکیں گے یا نہیں۔ یہ بھی دریافت کر لیجیے گا۔

میں ایک ہفتے کے قریب ہوا، مقام گوہانہ میں کچھ بھیک مانگتے ہوئے آیا ہوں اور یہ عریضہ وہیں سے لکھ رہا ہوں۔ اِن شاء اللہ دو تین دن کے بعد پانی پت واپس روانہ ہوں گے۔ جواب براہِ مہربانی پانی پت ہی کے پتے پر بھیجئے گا۔

میں نہایت شرمندہ ہوں کہ مدارسِ بھوپال کے معائنے کے متعلق اپنی رپورٹ اب تک نہیں بھیج سکا۔ اس عرصے میں، میں لکھنے کا کام بوجہِ علالت کچھ نہیں کر سکا اور شاید یہ تیسرا خط ہے جو میں لکھ رہا ہوں۔ اِن شاء اللہ العزیز پانی پت پہنچتے ہی رپورٹ مرتب کر کے علیہ حضرت خلد اللہ ملکہا کے ملاحظے کے لیے آپ کی خدمت میں روانہ کروں گا اور امید ہے آپ اس کو باحسن وجوہ پیش کر کے میری طرف سے عذرِ تاخیر کر دیں گے۔

براہِ عنایت علیہ حضرت کی تمام تصانیف اور جو کتابیں حمیدیہ لائبریری سے ملنے والی ہیں، ان کے بھیجنے کا بھی جلدی انتظام کرا دیجیے۔

میری طرف سے تمام عنایت فرمایان و احبابِ بھوپال کی خدمت میں جو میرا حال دریافت کریں، سلام عرض کر دیجیے گا۔ امید ہے آپ اور سب بزرگ اور احباب بہمہ وجوہ خیریت سے ہوں گے۔ نیاز

خاکسار
سجاد حسین (۵۰)

—۳۵—

پانی پت
۲۵ر اگست ۱۹۲۶ء

جنابِ مکرم و محترم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ کا شکریہ۔ میں چند روز کے لیے دہلی اور کرنال گیا تھا، اس لیے جلدی جواب نہیں لکھ سکا۔ معاف کیجیے گا۔

جب علیہ حضرت اور نواب صاحب ولایت سے تشریف لائے تھے تو میں نے مبارک باد کا تار بھیجا تھا اور ڈیپوٹیشن کے لیے اجازت طلب کی تھی۔ اس وقت جواب میں شکریہ کا تار آیا تھا لیکن ڈیپوٹیشن کے متعلق کوئی جواب نہیں تھا۔(۵۱) جولائی میں یکا یک ملٹری سکریٹری صاحب کا تار آیا کہ ہز ہائی نس نے ڈیپوٹیشن کو بعد ۲۶ر جولائی کے آنے کا حکم دیا ہے جس کی ٹھیک تاریخ بعد میں مقرر کی جائے گی اور یہ کہ ایڈریس کی نقل بھیج دو۔ میں ۲۲ر جولائی کو ایڈریس روانہ کر رہا تھا کہ ملٹری سکریٹری صاحب کا ایک اور تار آیا کہ ایڈریس فوراً بھیج دو۔ اگر ۲۶ تک نہ پہنچا تو ڈیپوٹیشن کے لیے وقت نہیں رہے گا۔ چنانچہ ۲۲ر جولائی کو ایڈریس کی کاپی بھیج دی گئی جو بھوپال ۲۴ر جولائی کو مقررہ تاریخ کے اندر پہنچ گئی اور اس کے بعد ہر روز انتظار رہا کہ ڈیپوٹیشن کی باریابی کی تاریخ کی اطلاع آئے گی۔ کئی دن انتظار کے بعد ملٹری سکریٹری صاحب کی چٹھی اگست کے شروع میں ملی جس میں لکھا تھا کہ چونکہ ایڈریس پر دیر میں پہنچا اور فی الحال حضور وائسرائے بہادر و صاحب کمانڈر انچیف بھوپال تشریف لا رہے ہیں، اس لیے اب ڈیپوٹیشن کے بلانے کا وقت نہیں رہا لیکن تاج پوشی نومبر میں ہوگی، اس وقت ڈیپوٹیشن کو طلب کیا جائے گا اور ٹھیک تاریخ کی اطلاع اکتوبر میں دی جائے گی۔ آپ کی اطلاع کے لیے مفصل حالات عرض کیے گئے۔

خدا کرے کہ نومبر میں بخیر و خوبی ڈیپوٹیشن باریاب ہو اور کامیابی کے ساتھ واپس آئے۔ مدرسہ الحمد للہ مفید کام کر رہا ہے، اگرچہ پندرہ سولہ ہزار کے قریب قرضہ چڑھ گیا ہے اور آمدنی کی نسبت خرچ بہ قدر دو سو روپے ماہوار کے زیادہ ہے۔ دعا کیجیے کہ پروردگارِ عالم اس بوجھ سے سبک دوش کرے اور مدرسہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے۔ آپ کی ہم دردی اور یاد آوری کے لیے دل سے شکر گزار ہوں۔ جزاکم اللہ خیراً۔ صاحب زادہ محمود حسن خان صاحب سے ملاقات ہو تو سلام عرض کر دیجیے گا۔ نواب صاحب کے متعلق جو باتیں آپ نے لکھی ہیں، ان کو معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی۔ خدا تعالیٰ ان کو

اورعلیہ حضرت کودیرگاہ سلامت اور بااقبال رکھے۔زیادہ نیاز۔امید ہے اپنی خیریت سے مطلع کیجیے گا۔

خاکسار

سجاد حسین

Letters to Muhammad Amin Zubairi, Urdu, British Library, Oriental MS.13516

حواشی

۱۔ ۱۹۱۴ء میں ندوۃ العلما کے منتظمین نے مولانا شبلی اوراُن کے رفقا کوندوہ سے بے دخل کردیا تھااوردونوں فریقوں میں تنازع عروج پرتھا،اس وقت ریاستِ بھوپال اوررام پور نے ندوۃ العلما کی امداد روک لی تھی اور حکومتِ ہند کے محکمۂ تعلیم نے بھی سخت اعتراضات کیے تھے۔

۲۔ سیّد سلیمان ندوی نے پونا میں پروفیسری کے زمانے میں ارض القرآن لکھی تھی۔ابتدا میں اسے سیرت النبیؐ کے مقدمے کے طور پر تحریر کیا گیا لیکن بعد میں موضوع کی اہمیت اور وسعت کے پیشِ نظر اسے علاحدہ کتابی صورت دی گئی۔سال ۱۹۱۵ء میں شائع ہوئی۔

۳۔ سیرت النبیؐ کا مقدمہ مولانا ابوالکلام آزاد نے الہلال میں شائع کیا تو النجم کے مدیر مولوی عبدالشکور نے اس پر سخت تنقید کی۔مخالفین جن میں دیوبند کے کچھ علما بھی شامل تھے،اس تنقید کو لے اُڑے اوراسے والیۂ بھوپال تک پہنچایا تاکہ والیۂ بھوپال سیرت النبیؐ کی امداد روک لیں۔والیہ نے حقیقتِ حال جاننے کے لیے مولانا شبلی سے رجوع کیا۔سرکاری مراسلے کے جواب میں مولانا شبلی نے لکھا کہ ''کسی مستند عالم کو تجویز فرمائیں تاکہ مسودہ اس کے پاس بھیج دیا جائے۔'' شبلی نے شیخ الہند مولانا محمود حسن کا نام تجویز کیا لیکن علمائے دیوبند نے مولانا محمود حسن کو مسودے پر نظرِ ثانی سے باز رکھا۔مولانا شبلی نے مفتی عبداللہ ٹونکی کا نام تحقیقِ مسودہ کے لیے تجویز کیا تھا۔

۴۔ منشی محمد امین زبیری والیۂ بھوپال سلطان جہاں بیگم کے لٹریری اسسٹنٹ تھے۔

۵۔ یہاں ایک لفظ ناخوانا ہے۔قیاسی تصحیح کی گئی۔

۶۔ مولوی سراج الدین احمد نے زمیں داروں کی فلاح و بہبود کے پیشِ نظر ۱۹۰۳ء میں کرم آباد سے ہفت روزہ ''زمیندار'' جاری کیا۔یہ ہر ماہ کی پہلی،آٹھویں،سولھویں اور چوبیسویں تاریخ کو شائع ہوتا تھا اوراس کی ضخامت بارہ صفحات تھی۔مولوی سراج الدین احمد کے فرزند ظفر علی خاں حیدرآباد دکن میں ملازم تھے۔انھیں انگریز ریزیڈنٹ کے ایما پر ۹/اکتوبر ۱۹۰۹ء کو ریاست سے نکال دیا گیا۔ظفر علی خاں جب کرم آباد آئے تو والد کو بسترِ مرگ پر پایا۔۶/دسمبر ۱۹۰۹ء کو انتقال سے قبل سراج الدین احمد نے بیٹے کو وصیت کی کہ ''جس پودے کو انھوں نے خونِ جگر سے سینچا تھا، وہ

مرجھانے نہ پائے۔'' مولوی صاحب کے انتقال کے بعد ظفر علی خاں کو علم ہوا کہ اخبار کو زندہ رکھنے کے لیے مولوی صاحب نے بھاری قرض لیا تھا جسے بعد میں ظفر علی خاں نے ادا کیا۔

(مولانا ظفر علی خاں کی آپ بیتی ،مرتبہ رابعہ طارق،مشمولہ ندوۃ المعارف ،لاہور،اگست ۱۹۹۹ء، ص ۵۷-۵۶)

۷۔ والیۂ بھوپال سلطان جہاں بیگم مئی ۱۹۳۰ء میں انتقال کر گئیں۔نواب حمید اللہ خاں برسرِ اقتدار آئے تو نظامِ حکومت میں تبدیلیاں لائے اور بعض قدیم ملازمین جن میں منشی امین زبیری شامل تھے، سے ریاستِ بھوپال نے نجات حاصل کی۔نواب صاحب نے ان کی پنشن دوسو روپے ماہوار مقرر کی۔

۸۔ اخبار خلافت کے مالک اور مدیرِ اعلیٰ مولانا شوکت علی تھے اور یہ بمبئی سے نکلتا تھا۔

۹۔ والیۂ بھوپال سلطان جہاں بیگم۔

۱۰۔ اس زمانے میں مولانا عبدالماجد دریابادی ہفت روزہ سچ کے مدیر تھے۔

۱۱۔ نیاز فتح پوری ماہنامہ نگار میں مولویوں اوراسلامی روایات کے خلاف لکھتے رہے۔اس سے حوصلہ بڑھا تو یورپی مستشرقین کے ان مضامین کو ترجمہ کر کے پیش کیا جن میں انبیائے کرام کی توہین کی گئی تھی۔عبدالماجد دریابادی اور سیّد سلیمان ندوی نے اس پر اُن کی گرفت کی اور عوام کو نگار کے بائیکاٹ پر آمادہ کیا۔نیاز فتح پوری کی روش کے خلاف ہمّت لکھنؤ،الجمیعۃ دہلی،زمیندار لاہور، مسیح لکھنؤ اور انقلاب لاہور میں مضامین شائع ہوئے۔ ان رسائل کی یورش اور علمائے کرام کے فتووں سے گھبرا کر نیاز صاحب نے ظاہری توبہ کی لیکن بعد میں دوبارہ اسی روش پر گامزن ہو گئے۔

(افکار و حوادث،جلد اوّل،مرتبہ محمد حمزہ فاروقی،لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی،۱۹۹۱ء،ص ۱۳۲)

۱۲۔ محمڈن ایجوکیشنل کا نام ابتدا میں سرسیّد نے ایجوکیشنل کانگریس تجویز کیا تھا لیکن بعد میں پروفیسر ماریسن سے مشورے کے بعد اس کا نام ایجوکیشنل کانفرنس رکھ دیا۔اس کا پہلا اجلاس علی گڑھ میں ۲۷/دسمبر ۱۸۸۶ء کو منعقد ہوا اور دوسرا اجلاس ۲۷/دسمبر ۱۸۸۷ء کو لکھنؤ میں ہوا۔اس اجلاس میں مولانا شبلی نے ''مسلمانوں کی گزشتہ تعلیم'' نامی مقالہ پڑھا تھا۔

(حیاتِ شبلی از سیّد سلیمان ندوی،اعظم گڑھ: دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی،اکتوبر ۲۰۰۸ء،ص ۱۵۳)

۱۳۔ مولانا شبلی نعمانی ۱۷/مئی ۱۹۰۷ء کو شبلی منزل اعظم گڑھ میں مقیم تھے۔ہاتھ میں چھروں سے بھری بندوق تھی۔اچانک اس کا گھوڑا چل گیا اور مولانا کا پاؤں نشانہ بنا۔بعد میں عملِ جراحی سے نصف پنڈلی جدا کر دی گئی۔

۱۴۔ یہ خط ادھورا تھا لیکن اس کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے ادھورا ہی شائع کیا گیا۔عبدالرزاق کانپوری ۱۸۶۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸/فروری ۱۹۴۸ء کو بھوپال میں انتقال فرمایا۔کانپور میں ان کی منشی رحمت اللہ رعد، مالک نامی پریس سے دوستی ہوئی۔عبدالرزاق صاحب کانپور میونسپلٹی میں ملازم تھے۔انھیں سرسیّد کی تحریک اور ان کے رفقا سے لگاؤ تھا۔ مولانا شبلی نے جب فرماں روایانِ اسلام پر کتابیں لکھیں تو عبدالرزاق صاحب نے ''سلسلۂ وزرائے اسلام'' لکھنے

کا ارادہ کیا اور ۱۸۹۷ء میں البرامکہ اور ۱۹۱۱ء میں ''نظام الملک طوسی'' تحریر کیں۔ مولوی صاحب فارسی خوب جانتے تھے لیکن عربی سے زیادہ واقف نہ تھے، چنانچہ عربی اشعار کا ترجمہ مولانا سیّد عبدالحیٔ نے کیا تھا۔ البرامکہ بہت مقبول ہوئی اور اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ آخری ایڈیشن جو اُن کی زندگی میں چھپا تھا، اس میں عبدالرزاق صاحب نے خاصے اضافے کیے تھے۔ انھوں نے مشاہدات قلم بند کیے اور سر راس مسعود کی وزارتِ تعلیم کے دور میں بھوپال کے مقامی پرچوں میں چھپوائے۔ بعد میں ان مطبوعہ اوراق کو سیّد سلیمان ندوی کے پاس بھیجا تاکہ وہ انھیں کتابی شکل دے کر یادِ ایام کے عنوان سے مطبعِ معارف سے شائع کردیں۔ دوسری جنگِ عظیم کا زمانہ تھا اور کاغذ نایاب تھا، اس لیے یہ مطبعِ معارف سے نہ چھپ سکی۔ بعد میں یادِ ایام حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی۔ ۱۵-۱۹۱۴ء میں مولوی عبدالرزاق بھوپال چلے گئے اور والیۂ بھوپال نے انھیں تحصیل دار کے منصب پر فائز کیا۔ ۱۹۲۴ء میں سرکارِ عالیہ نے انھیں تاریخِ اسلام لکھنے پر مامور کیا۔ سر راس مسعود نے جب بھوپال میں وزارتِ تعلیمات کا منصب سنبھالا تو انھوں نے تالیف و ترجمہ کا محکمہ قائم کیا اور مولوی عبدالرزاق کو اس کے عملے میں شامل کیا۔ مولوی صاحب تاریخِ بھوپال لکھنا چاہتے تھے لیکن ۱۹۳۷ء میں سر راس مسعود کے انتقال کے بعد یہ سلسلہ ختم ہوگیا اور مولوی صاحب بھوپال سے یوپی چلے گئے۔ انتقال سے قبل آپ بیٹی اور داماد سے ملنے بھوپال آئے تھے۔

(یادِ رفتگاں، سیّد سلیمان ندوی، کراچی: مجلسِ نشریاتِ اسلام، ۱۹۸۳ء، ص ۳۶۱-۳۵۷)

۱۵۔ صفی الدولہ حسام الملک شمس العلما نواب سیّد علی حسن خاں ۱۸۶۴ء میں بھوپال میں پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیم و تربیت میں ان کے والد نواب صدیق حسن خاں نے خاص دل چسپی لی اور مختلف علوم کے باکمال افراد سے انھیں تعلیم دلوائی۔ علی حسن عربی کے عالم اور اردو کے مشاق اہلِ قلم تھے۔ آپ نے فارسی اور اردو میں شاعری کی۔ فارسی شعرا کے تذکرے لکھے اور فطرتِ اسلام اور مآثرِ صدیقی مرتب کیں۔ عمر کے آخری دور میں مردمِ دیدہ کے عنوان سے باکمال معاصرین اور شعرا کا تذکرہ لکھ رہے تھے۔ آپ مولانا شبلی کے بے تکلف دوست تھے اور آپ کا علی گڑھ تحریک اور ندوۃ العلما سے گہرا تعلق رہا۔ آپ ندوۃ العلما کے اعزازی ناظم تھے اور دارالمصنّفین کے اساسی رکن تھے۔ ان کا ۱۹ر نومبر ۱۹۳۶ء کو بھوپال ہاؤس، لال باغ لکھنؤ میں انتقال ہوا۔ (یادِ رفتگاں، ص ۱۷۷-۱۷۵)

۱۶۔ مولوی غلام محمد شملوی ندوۃ العلما کے سفیر اور وکیل تھے۔ پُر جوش مقرر اور روشن خیال عالم تھے۔ انھوں نے ندوہ کے مقاصد کی اشاعت، چندوں اور امداد کے حصول کے لیے ہندوستان کے طول و عرض کے دورے کیے۔ ان کا ستّر برس کی عمر میں ۲۹/ مارچ ۱۹۳۴ء کو انتقال ہوا۔ (یادِ رفتگاں، ص ۱۵۳)

۱۷۔ جنرل عبیداللہ خاں، والیۂ بھوپال کے بڑے فرزند تھے۔

۱۸۔ حکیم سیّد عبدالحیٔ کا تعلق سیّد احمد شہید بریلوی کے خاندان سے تھا۔ آپ ۲۲/ دسمبر ۱۸۶۹ء کو دائرۂ شاہ علم اللہ بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم لکھنؤ میں سیّد امیر علی، مولانا فتح محمد تائب اور مولانا محمد نعیم فرنگی محلی کی

زیرِ نگرانی ہوئی تھی۔ شیخ حسین محدث یمنی سے بھوپال میں درسِ حدیث حاصل کیا۔ کانپور آئے تو مولانا سیّد محمد علی ناظمِ ندوۃ العلما کی نظرِ انتخاب پڑی اور آپ مددگار ناظمِ ندوہ منتخب ہوئے۔ اس کے بعد زندگی بھر ندوہ سے وابستہ رہے۔ آپ نے بیس برسوں میں آٹھ دس جلدوں میں علمائے ہند کے حالاتِ زندگی مرتب کیے۔ مقدمے میں ہندوستان میں اسلامی علوم و فنون کی تاریخ بیان کی۔ اس کے علاوہ ہندوستان کی اسلامی تاریخ مرتب کی۔ شعرائے اردو کا تذکرہ گلِ رعنا مرتب کیا۔ آپ کا ۲ر فروری ۱۹۲۳ء کو انتقال ہوا۔ (یادِ رفتگاں، ص ۵۰-۴۷)

۱۹۔ ڈاکٹر مولوی سیّد عبدالعلی، حکیم سیّد عبدالحیٔ کے صاحب زادے تھے اور آپ یکم دسمبر ۱۸۹۳ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدا میں عربی سیکھی اور دینی تعلیم سے آغاز کیا اور اس کے بعد انگریزی علوم کی طرف رجوع کیا۔ آپ نے پہلے بی ایس سی کیا اور اس کے بعد ایم بی بی ایس میں داخلہ لیا۔ جب ان کے والد فوت ہوئے تو ان کی طبی تعلیم میں دو سال باقی تھے۔ آپ ۲۰/ دسمبر ۱۹۲۳ء کو ندوہ کے رکنِ انتظامی بنے اور ۶/ اکتوبر ۱۹۲۸ء کو نواب سیّد علی حسن خاں نے ڈاکٹر صاحب کو نائب ناظمِ ندوہ منتخب کیا۔ نواب صاحب نے ۹/ جون ۱۹۳۱ء کو خرابیِ صحت کی بنا پر استعفیٰ دیا تو ڈاکٹر صاحب ناظمِ ندوہ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ آپ کا مئی ۱۹۶۱ء میں انتقال ہوا۔ (حیاتِ عبدالحئی از سیّد ابوالحسن علی ندوی، کراچی: مجلسِ نشریاتِ اسلام، ۱۹۸۸ء، ص ۳۷۶-۳۷۴)

۲۰۔ ندوۃ العلما کا ابتدائی تخیل سیّد محمد علی مونگیری نے مدرسۂ فیضِ عام، کانپور کے جلسے میں ۱۸۹۲ء میں پیش کیا تھا لیکن اس کا عملی وجود ۲۷/ اکتوبر ۱۸۹۵ء کے جلسے میں ہوا جب حکیم سیّد عبدالحیٔ نے انجمن آلِ ہاشم کو ندوۃ العلما میں ضم کردیا اور اس جلسے کی صدارت مولوی سیّد خلیل الدین نے کی تھی۔ مولوی سیّد عبدالحیٔ نے ندوہ کے مقاصد کی حمایت کی تھی۔ یہ جلسہ رائے بریلی میں منعقد ہوا تھا۔ ندوۃ العلما کا باقاعدہ اجلاس اپریل ۱۸۹۴ء میں کانپور میں ہوا تھا۔ ندوہ کے پہلے ناظم مولانا سید محمد علی تھے اور مددگار ناظم سیّد عبدالحیٔ دسمبر ۱۸۹۵ء میں منتخب ہوئے۔ (حیاتِ عبدالحئی، ص ۱۵۳-۱۵۲)

۲۱۔ مسعود علی ندوی دارالمصنّفین، اعظم گڑھ کے بانیوں میں سے تھے۔ مولانا شبلی نعمانی نے سیّد سلیمان ندوی اور عبدالسلام ندوی کو علمی جانشینی کے لیے تیار کیا تھا لیکن مسعود علی ندوی کا انتخاب ان کی انتظامی صلاحیتوں کی بنا پر کیا گیا۔ ان کے ذمے تعمیرات اور مالی امور کی نگرانی کا کام تھا۔ انھوں نے دارالمصنّفین کی عمارات، ندوہ کی عالی شان مسجد اور شبلی کالج کا وسیع کانووکیشن ہال تعمیر کرائے۔ خلافت اور ترکِ موالات کی تحریکات میں سیّد سلیمان ندوی کا ساتھ دیا اور دارالمصنّفین کو مرکزِ علم و سیاست بنادیا اور اعظم گڑھ کو تہذیبی مرکز بننے میں مدد دی۔ ان کا ستمبر ۱۹۶۷ء کو انتقال ہوا تھا۔ (وفیاتِ معارف، مرتبہ ڈاکٹر محمد سہیل شفیق، کراچی: قرطاس، جون ۲۰۱۳ء، ص ۲۶۸-۲۸۷)

۲۳۔ ڈاکٹر سیّد عبدالعلی اور ندوہ کے دیگر منتظمین کے اصرار پر سیّد سلیمان ندوی اور مسعود علی نے ندوہ کے امور سے وابستگی اختیار کی۔ سیّد سلیمان ندوی کا تعلق درس و تدریس سے تھا جب کہ مسعود علی کی دل چسپی کا محور مسجد کی تعمیر اور مالی امداد کا حصول تھا۔

۲۴۔ سیّد سلیمان ندوی اپنے وطن دیسنہ گئے تھے۔

۲۵۔ مارچ اپریل ۱۹۲۵ء، ۹ر رمضان المبارک ۱۳۴۳ ہجری۔

۲۶۔ اپریل۱۹۲۵ء، ۱۶ررمضان المبارک۱۳۴۳ہجری۔

۲۷۔ کرنل عبیداللہ خاں

۲۸۔ مولانا حمیدالدین فراہی

۲۹۔ نواب سیّد علی حسن خاں

۳۰۔ ۲۵ررمضان۱۳۴۵ہجری، مارچ۱۹۲۷ء

۳۱۔ افاداتِ مہدی ازمہدی الافادی

۳۲۔ حیاتِ شبلی، مصنف سیّد سلیمان ندوی

۳۳۔ سیّد سلیمان ندوی ضعفِ معدہ اورضعفِ اعصاب میں مبتلا تھے اور جون پور میں اپنے داماد سیّد حسین کے گھر ٹھہرے تھے۔

۳۴۔ ڈاکٹر سیّد محمود ۱۸۸۸ء یا ۱۸۸۹ء میں غازی پور کے ایک گاؤں سیّد پور بھتری میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ملّا سیّد محمد عمر تھے۔ ابتدائی تعلیم جون پور میں حاصل کی پھر اپنے بہنوئی محمد عمر کے گھر بنارس چلے گئے اور یہاں رہ کر والد کی مرضی کے خلاف انگریزی تعلیم حاصل کی۔ بنارس میں رہتے ہوئے انھیں مولانا شبلی کی شخصیت اور تصانیف سے لگاؤ ہوا اور یہ لگاؤ دارالمصنّفین سے وابستگی کی صورت اختیار کر گیا۔

۱۸۹۹ء میں آپ اٹاوہ آگئے اور مولوی بشیر الدین کے قائم کردہ اسکول میں داخلہ لیا۔ مولوی صاحب ''البشیر'' کے مدیر تھے اور انگریزوں کی پالیسیوں پر بے باکی سے تنقید کرتے تھے۔ سیّد محمود نے چند ماہ یہاں گزارے اور ۱۹۰۰ء میں ایم اے او کالج، علی گڑھ میں داخلہ لیا۔ کالج میں راجا مہندر پرتاپ، تصدق احمد شروانی، خواجہ عبدالمجید، عبدالرحمٰن بجنوری، سر راس مسعود اور قاضی تلمذ حسین ان کے معاصرین تھے۔ انھوں نے ''اخوان الصفا'' کے نام سے خفیہ انجمن بنائی۔ سیّد محمود کے برطانوی حکمرانوں کے مخالف اور حریت پسند طلبہ سے روابط تھے۔ اس زمانے میں انگریز اساتذہ ایم اے او کالج کی انتظامیہ اور تدریسی امور پر چھائے ہوئے تھے۔ طلبہ پروفیسر ماریسن، کارنا اور براؤن سے مطمئن نہ تھے۔ ان کا مطالبہ تھا کہ بورڈنگ ہاؤس اور ڈائننگ ہال انگریز اساتذہ کے سپرد نہ کیے جائیں اور اگر وہ بحیثیت استاد نااہل ثابت ہوں تو انھیں نکال دیا جائے۔ طلبہ نے ۱۹۰۷ء میں انگریز اساتذہ کے خلاف ہڑتال کی تو سیّد محمود نے اس میں بھرپور حصہ لیا۔ کالج کی انتظامیہ نے انھیں کالج سے خارج کر دیا لیکن بعد میں حکیم اجمل خاں کے کہنے سننے پر انھیں دوبارہ داخل کیا۔

۱۹۰۷ء میں سیّد محمود نے مزید تعلیم کے لیے انگلستان کا رخ کیا اور کیمبرج سے بیرسٹری کی تکمیل کی۔ کیمبرج میں وہ اپنے اساتذہ ایڈورڈ براؤن اور ولفریڈ بلنٹ سے بہت متاثر ہوئے۔ کیمبرج میں قیام کے دوران پنڈت جواہر لال نہرو سے دوستی ہوئی۔ پھر آپ جرمنی گئے اور یہاں کی یونی ورسٹی سے تاریخ میں ڈاکٹریٹ کی۔ مقالے کا موضوع ''مغلوں کا سیاسی نظامِ سلطنت تھا۔ آپ ۱۹۱۳ء میں ہندوستان واپس آئے۔ ڈاکٹر سیّد محمود نے پٹنہ میں وکالت شروع کی۔ ۱۹۱۵ء میں بیرسٹر مظہر الحق کی صاحب زادی سے ان کی شادی ہوئی اور اسی سال وہ

کانگریس کے رکن بنے۔ ۱۹۱۹ء میں انھوں نے غالبؔ کی شاعری پر مقالہ لکھا اور غالبؔ کے اشعار میں حریت خواہی تلاش کی۔ غلطی یہ کی کہ جن اشعار کو ۱۸۵۷ء کے بعد کے حالات پر منطبق کیا، وہ غالبؔ نے انقلابِ ۱۸۵۷ء سے برسوں پہلے کہے تھے۔

سیّد محمود کی وکالت ان کی تحریکِ خلافت اور ترکِ موالات میں شمولیت کی تاب نہ لا سکی اور انھوں نے اسے ترک کر کے سیاست میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۲۱ء میں مرکزی خلافت کمیٹی کے جنرل سیکریٹری منتخب ہوئے اور بمبئی منتقل ہوگئے۔ انھوں نے Khilafat and England کے عنوان سے ایک کتاب لکھی اور اخبارات میں تحریکِ خلافت کے حق میں مضامین لکھے۔ ۱۹۲۲ء میں برطانوی حکومت نے انھیں بکسر شاہ آباد میں قید کر دیا۔ ایامِ اسیری میں آج سے قبل کا ہندوستان کا سلسلۂ مضامین لکھا جو بالاقساط خلافت بمبئی میں شائع ہوتے رہے۔ ۱۹۵۰ء میں انھیں کتابی شکل دی گئی۔

۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۶ء تک وہ کانگریس کے سیکریٹری جنرل رہے، اس کے بعد ۱۹۳۰ء۔ ۱۹۲۹ء میں بھی کانگریس کے جنرل سیکریٹری رہے۔ متحدہ قومیت کے حامی ہونے کے باوجود ان کے دل میں امتِ مسلمہ کا درد تھا۔ انھوں نے موپلاؤں اور صوبۂ سرحد کے مسلمانوں پر مظالم پر آواز بلند کی تو غیر مسلم پریس نے ان بیانات کی پذیرائی نہ کی، صرف ان بیانات کو اہمیت دی جو متحدہ قومیت کی حمایت میں تھے۔ ۱۹۳۰ء میں تحریکِ سول نافرمانی کے دوران آپ کو داخلِ زنداں کیا گیا۔ ۱۹۳۰ء میں ان کی کوشش سے مسلم نیشنلسٹ پارٹی وجود میں آئی۔ ۱۹۳۴ء میں انھوں نے مسلم مطالبات کانگریس سے منوانے کی کوشش کی۔ اس میں انھیں جزوی کامیابی ہوئی اور ۱۹۳۵ء کے آئین میں کچھ مطالبات تسلیم کیے گئے اور جزوِ آئین بنے۔

۱۹۳۷ء کے انتخابات میں وہ بہار کے دو حلقوں سے بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے لیکن جب بہار میں وزارت سازی کا موقع آیا تو کانگریس نے انھیں نظر انداز کر کے سری کرشن سنہا کو وزارتِ عظمٰی کے منصب پر فائز کیا۔ ۱۹۶۵ء تک وہ بہار کے حلقوں سے منتخب ہوتے رہے۔ آزادی کے بعد راجیہ سبھا کے رکن بنے۔ ہندوستانی مسلمانوں کی بہبود اور ان کے حقوق تحفظ کے لیے مسلم مجلسِ مشاورت قائم کی۔

دارالمصنّفین اعظم گڑھ سے ان کا پرانا تعلق تھا۔ انھوں نے سعودی عرب کے سفیر سے ذاتی تعلقات کی بنیاد پر ایک مرتبہ دس ہزار روپے اور دوسری دفعہ پچاس ہزار روپے بہ طور امداد دلوائے۔ آپ نے اس ادارے کی علمی و تہذیبی سرگرمی کے فروغ کے لیے اپنا فرض نبھایا۔ ان کا ۲۸ستمبر ۱۹۷۱ء کو دہلی میں انتقال ہوا۔

(وفیاتِ معارف، ص۳۱۵۔۳۰۰)

۳۵۔ ظل السلطان والیۂ بھوپال نے تعلیمِ نسواں کے فروغ کے لیے جاری کیا تھا اور منشی محمد امین زبیری اس کے مدیر تھے۔

۳۶۔ منشی محمد امین زبیری اور مولوی عبدالحق تقریباً ہم عصر تھے۔ بعض محققین کے مطابق مولوی عبدالحق ۱۸۷۱ء میں پیدا ہوئے اور منشی صاحب ۱۸۷۲ء میں مارہرہ میں پیدا ہوئے۔ منشی صاحب کا انتقال کراچی میں ۵ستمبر ۱۹۵۸ء میں

ہوا۔ان کی رسمی تعلیم پرائمری تک محدود تھی۔اولوالعزم آدمی تھے،اس لیے علم کی کمی کو تصنیف و تالیف اور اپنے عزائم کی تکمیل کی راہ میں آڑے نہ آنے دیا۔

۳۷۔ منشی امین زبیری نے ۱۹۵۶ء-۱۹۵۵ء میں ایک بے سروپا اور لغو کتاب خدوخالِ اقبال لکھی اور اس کا مسودہ اردو اکیڈمی سندھ کے مالک علاء الدین خالد کو دیا لیکن وہ منشی صاحب کی لغویت اور بدزبانی کی تاب نہ لا سکے اور انھوں نے لغو اور معاندانہ موادِ فاسد نکالنے کے لیے کہا۔منشی صاحب نے فرمایا کہ اگر یہ مواد نکل گیا تو کتاب میں صرف سرورق رہ جائے گا۔اس پر خالد صاحب نے کتاب کی اشاعت سے معذرت ظاہر کی۔محمد حسین زبیری ۱۹۸۰ء تک زندہ رہے اور خدوخالِ اقبال کا مسودہ ان کی تحویل میں رہا۔۱۹۸۶ء میں یہ کتاب تھری اے انٹر پرائس نے شائع کی۔

۳۸۔ مولوی عبدالحق اپنی زندگی کے تلخ دور سے گزر رہے تھے۔مخالفین نے انھیں انجمن ترقیٔ اردو کے دفتر اور کتب خانۂ خاص سے بے دخل کر دیا تھا۔بعد میں ایوب خان نے انجمن کو مخالفین کے قبضے سے چھڑایا اور مولوی صاحب کی سابقہ حیثیت کو بحال کیا۔

۳۹۔ سیّد ہاشمی فرید آبادی، بابائے اردو مولوی عبدالحق کے دستِ راست تھے۔کچھ دنوں ان کا حیدرآباد دکن کے دارالترجمہ سے تعلق رہا تھا۔انھوں نے جامعہ عثمانیہ کے لیے ہندوستان کی تاریخ پر چند کتابیں تالیف و ترجمہ کی تھیں۔قیامِ پاکستان کے بعد آپ مولوی صاحب کے ساتھ کراچی آ گئے۔آپ نے لاہور کے قدیم عمال و حکام، مشائخ، شعرا اور مصنّفین کا حال مآثرِ لاہور کے عنوان سے لکھا۔ہاشمی صاحب کا جولائی ۱۹۶۴ء میں انتقال ہوا۔ (وفیاتِ معارف،ص۲۶۳)

۴۰۔ منشی امین زبیری نے سر ڈاکٹر ضیاء الدین کی سوانح عمری ضیائے حیات کے عنوان سے ۱۹۵۲ء میں شائع کی تھی۔ ۱۹۳۴ء میں مختصر تاریخ مسلم یونی ورسٹی لکھی۔یہ کتابچہ ۵۸ صفحات کا تھا۔۱۹۵۲ء میں ایک کتابچہ علی گڑھ کے عنوان سے لکھا تھا۔

۴۱۔ میر غلام بھیک نیرنگ ۱۸۷۵ء میں انبالہ میں پیدا ہوئے۔طالب علمی کے دور میں وہ گورنمنٹ کالج میں اقبال کے معاصر تھے۔مخزن لاہور کی ادارت میں میر صاحب نے شیخ عبدالقادر کی معاونت کی۔آپ شاعر اور سیاست دان تھے۔۱۹۲۴ء میں شدھی اور سنگھٹن کی تحریک کے مقابلے کے لیے انجمنِ تبلیغِ اسلام قائم کی۔۴۶-۱۹۴۵ء کے انتخاب میں رکنِ اسمبلی منتخب ہوئے۔آپ کا اکتوبر ۱۹۵۲ء میں انتقال ہوا۔(وفیاتِ معارف،ص۲۰۱)

۴۲۔ سیّد نواب علی نیوٹنی ضلع اناؤ میں پیدا ہوئے۔آپ سیّد سلیمان ندوی کے ہم عصر تھے۔ان کی طالب علمی کا دور لکھنؤ میں گزرا جہاں انھیں مولانا شبلی نعمانی سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ان کے دارالمصنّفین اور اس کے کارکنوں سے قدیم تعلقات تھے۔انھوں نے عربی اور اسلامی تعلیمات حاصل کرنے کے ساتھ جدید تعلیم بھی پائی۔تکمیلِ تعلیم کے بعد ملازمت کا بیشتر عرصہ صوبۂ گجرات کے تعلیمی اداروں کی نذر کیا۔سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد ریاستِ جونا گڑھ میں وزیرِ تعلیم مقرر ہوئے۔وہاں سے سبک دوش ہونے کے بعد وطن پہنچے اور آزادی کے بعد

ترکِ وطن کر کے کراچی میں قیام کیا۔یہاں ۳۰؍جون ۱۹۶۱ء کو انتقال کیا۔آپ کی تصانیف میں سیرة الرسولؐ، تاریخ صحفِ سماوی اور معارج الدین قابلِ ذکر ہیں۔(وفیاتِ معارف،ص۲۵۴)

۴۳۔ سیٹھ یعقوب حسن کا تعلق مدراس سے تھا اور آپ ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے اور ایم اے او کالج، علی گڑھ میں تعلیم پائی۔آپ مدراس پریزیڈنسی میں ۱۹۲۰-۱۹۱۶ء تک مسلم لیگ کے اساسی رکن رہے۔تحریکِ خلافت میں بھرپور حصہ لیا اور ۱۹۱۹ء کے خلافت اور مسلم لیگ کے وفود میں شریک ہوئے۔آپ مسلم لیگ مدراس پریزیڈنسی کے ۱۹۲۲ء-۱۹۰۸ء تک سیکریٹری رہے۔تحریکِ خلافت اور تحریکِ عدمِ تعاون کے فرمان کے مطابق آپ نے مدراس کی قانون ساز کونسل سے ۱۹۲۰ء میں استعفیٰ دے دیا تھا۔اس وقت آپ نے مدراس میں خلافت کانفرنس کی میزبانی کے فرائض انجام دیے۔۱۹۳۰ء میں آپ مدراس کی قانون ساز کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔۱۹۳۷ء میں دوبارہ انتخاب جیتے اور مدراس پریزیڈنسی کے امورِ صحت کے وزیر بنے۔آپ ۱۹۳۷ء سے ۱۹۳۹ء تک وزیر رہے۔آپ کا ۲۵؍مارچ ۱۹۴۰ء کو انتقال ہوا۔

(Muslim India 1857-1947— A Biographical Dictionary, compiled by Ahmad Saeed, Institute of Pakistan Historical Research, Lahore, June 1997, pp.337)

۴۴۔ اس خط پر تاریخ تو درج تھی لیکن سنہ درج نہ تھا۔صاحب زادہ آفتاب احمد خاں ۱۹۱۷ء میں انڈیا کونسل کے رکن منتخب ہو کر انگلستان چلے گئے اور وہاں ۱۹۲۴ء تک رہے۔انڈیا کونسل سے مستعفی ہونے کے بعد آپ مسلم یونی ورسٹی کے وائس چانسلر مقرر ہوئے۔نواب محمد اسحاق خاں اکتوبر ۱۹۱۸ء میں فوت ہوئے اور یہ خط ان کی زندگی میں لکھا گیا۔ اس اعتبار سے خط کی تاریخ ۱۴؍دسمبر ۱۹۱۶ء قرینِ قیاس ہے۔نواب محمد اسحاق خاں علی گڑھ کالج کے اعزازی سیکریٹری تھے اور صاحب زادہ آفتاب احمد خاں بیرسٹر تھے اور مسلم یونی ورسٹی کے معاملات میں دل چسپی لیتے تھے۔

۴۵۔ شیخ محمد عبداللہ ۲۱؍جون ۱۸۷۴ء کو پونچھ (کشمیر) میں پیدا ہوئے۔وکٹوریہ ہائی اسکول، لاہور میں ابتدائی تعلیم حاصل کی اور ایم اے او کالج، علی گڑھ میں تعلیم کی تکمیل کی۔علی گڑھ میں انھوں نے سر سیّد سے فیض پایا۔پھر علی گڑھ تحریک کے مقاصد کی تکمیل کے لیے اسی شہر کو اپنا مسکن بنایا۔۱۸۹۹ء میں سر سیّد میموریل کمیٹی کے جوائنٹ سیکریٹری منتخب ہوئے۔کالج کو یونی ورسٹی کا درجہ دلوانے کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور ۱۹۱۱ء میں اس مقصد کے لیے قائم شدہ کمیٹی کے سیکریٹری بنے۔آپ نے تعلیمِ نسواں کی ترویج کے لیے پہلے پرائمری اسکول قائم کیا اور ۱۹۳۷ء میں علی گڑھ گرلز کالج کی بنیاد رکھی۔آپ کا ۹؍اپریل ۱۹۶۵ء کو علی گڑھ میں انتقال ہوا۔ (Muslim India—1857-1947, p.35)

۴۶۔ اس خط پر سنہ درج نہ تھا۔قیاس یہ ہے کہ یہ ۱۴؍مارچ ۱۹۲۵ء یا ۱۴؍مارچ ۱۹۲۶ء کو لکھا گیا تھا۔

خط سے اندازہ ہوتا تھا کہ منشی امین زبیری سازشوں میں مصروف تھے اور اس ضمن میں انھیں لگائی بجھائی اور شیخ عبداللہ کے خلاف پروپیگنڈا کرنے سے بھی پرہیز نہ تھا۔آپ ڈاکٹر ضیاء الدین کا ساتھ دے رہے تھے اور صاحب زادہ آفتاب احمد خاں کے مخالف تھے۔

۴۷۔ بھوپال میں اس زمانے میں ولی عہدی کے لیے کش مکش جاری تھی۔ والیۂ بھوپال سلطان جہاں بیگم ولی عہدی کے لیے اپنے چھوٹے صاحب زادے حمید اللہ خاں کے حق میں تھیں۔ بڑے بیٹے عبید اللہ خاں اعزازی کرنل تھے اور حمید اللہ خاں اعزازی میجر تھے۔

۴۸۔ مراد محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس سے تھی۔

۴۹۔ یہ وہی زہر آلود اور متعصّبانہ تبصرہ تھا جس کے متعلق شیخ محمد عبداللہ نے ایک خط بنام امین زبیری میں اپنے تاثرات بیان کیے تھے اور یہی تبصرہ منشی صاحب نے نواب سیّد علی حسن خاں کو بھیجا تھا۔ نواب صاحب نے ۲۱ر دسمبر ۱۹۱۶ء کے خط میں اس تبصرے کا ذکر کیا تھا۔

۵۰۔ مکتوب الیہ سجاد حسین، مولانا الطاف حسین حاؔلی کے صاحب زادے تھے۔ مولانا حاؔلی نے پانی پت میں حاؔلی مسلم ہائی اسکول قائم کیا تھا۔ دربارِ بھوپال سے اسکول کو مالی مدد ملتی تھی۔ حاؔلی کے انتقال کے بعد سجاد حسین اسکول کے نگراں تھے۔

۵۱۔ ۱۹۲۶ء میں سلطان جہاں بیگم اور نواب حمید اللہ خاں یورپ اور انگلستان کے سفر پر روانہ ہوئے۔ اس سفر کا ایک مقصد بڑے بیٹے عبید اللہ خاں کی بجائے حمید اللہ خاں کی ولی عہدی کے حق میں برطانوی حکام کو قائل کرنا تھا۔ نواب حمید اللہ خاں کی تعلیم و تربیت عام لوگوں کی مانند ہوئی۔ انھوں نے علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی سے گریجویشن کیا تھا۔ سلطان جہاں بیگم ولی عہدی کے مسئلے پر برطانوی حکام کو قائل کرنے میں کامیاب ہوئیں۔ بھوپال آنے کے بعد والیۂ بھوپال نے نومبر ۱۹۲۶ء میں نواب حمید اللہ خاں کی ولی عہدی اور تاج پوشی کا جشن منایا۔

مآخذ

۱۔ زبیری، منشی امین، خدوخالِ اقبال، کراچی: تھری اے انٹر پرائز، ۱۹۸۶ء۔

۲۔ سالک، عبدالمجید، افکار و حوادث، مرتبہ محمد حمزہ فاروقی، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۹۱ء۔

۳۔ سعید، احمد، (مولف) Muslim India 1857-1947: a biographical dictionary، لاہور: انسٹی ٹیوٹ اوف پاکستان ہسٹاریکل ریسرچ، ۱۹۹۷ء۔

۴۔ شفیق، محمد سہیل (مرتب)، وفیاتِ معارف، کراچی: قرطاس، ۲۰۱۳ء۔

۵۔ طارق، رابعہ (مرتب)، مولانا ظفر علی خاں کی آپ بیتی، مشمولہ ندوۃ المعارف، لاہور، اگست ۱۹۹۹ء۔

۶۔ ندوی، سید ابوالحسن، حیاتِ عبدالحیٔ، کراچی: مجلس نشریاتِ اسلام، ۱۹۸۸ء۔

۷۔ ندوی، سیّد سلیمان، حیاتِ شبلی، اعظم گڑھ: دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، ۲۰۰۸ء۔

۸۔ ______، یادِ رفتگاں، کراچی: مجلس نشریاتِ اسلام، ۱۹۸۳ء۔